دار کی دعوت

دیکھ تو منصور لائی ہے قضا جامِ حیات

تھا اگر لفظِ انا الحق دار کا حامل تو کیا؟

اعجازِ کمال کا دلوں پر جو سکّہ جما یا وہ اپنی جراَتِ رندانہ سے۔

میں نے سب سے پہلے چورو کے اس ابھرتے ہوئے شاعر کو نوا کی ایک محفل میلاد پاک میں اپنی لکھی ہوئی نعت پڑھتے سُنا تھا اُس وقت اِس کا تخلص ناسور تھا۔ رفتہ رفتہ ہم قریب تر آتے گئے حتیٰ کہ اپنے احباب کے مشورے پر آپ نے اپنا تخلص ناسور سے منصور کر لیا۔ دیکھتے دیکھتے اس منصورِ سخن نے اپنے حلقۂ احباب، اپنے ضلعے اور اپنے صوبے ہی میں نہیں دنیائے ادب میں اپنا مقام پیدا کر لیا۔

منصور کے واقف کار اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دنیا منصور کو اپنا دوست کہتی ہے لیکن گنتی کے ہیں ایسے لوگ جنھیں منصور اپنا دوست کہتا ہے۔ یہ میری عین خوش بختی ہے کہ منصور جیسا عظیم فن کار مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرتا ہے۔ میں بھی اُسے دل سے چاہتا ہوں۔ یہ بات الگ ہے کہ میں آج تک یہ طے نہ کر سکا کہ میری اس گرویدگی میں منصور کی نادر المثال قدرتِ فن کا ہاتھ زیادہ ہے یا اُس کی لاجواب انسانیت کا۔ حقیقت یہ ہے کہ منصور جتنا بڑا فن کار ہے اُتنا ہی عظیم انسان ہے۔

ہاں کچھ کوتاہ بیں حاسد ہیں جو اپنی فطرت سے مجبور ہو کر منصور پر زبانِ لعن طعن دراز کرتے ہیں۔ اُسے منہ پھٹ، مغرور، زود رنج، کج بحث، فضول خرچ اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ حالانکہ قصور سارا اُن کی کم نظری اور غلط زاویۂ نگاہ کا ہے۔ اُن کو نہیں معلوم کہ "اللہ کے شیروں کو "روباہی" نہیں آتی اور وہ حق گوئی میں کسی خوف یا مصلحت کو اپنے اریب قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔ منصور کا تو ایمان ہے کہ ؎

مجھے دار و رسن منظور لیکن نہیں تالے لگا سکتا زباں پر

منافقانہ طرزِ عمل کے مصلحت کوش علمبردار اور حبِ ملک و ملت کے دروغ باف ریاکار ہی کبھی ایک منصورِ عرفاں کو دار تک کھینچ لائے تھے اور اگر اب وہی لوگ ایک منصورِ حقیقت ترجماں کی جان کو سولی بنیں تو چنداں حیرت کی بات نہیں۔ انھیں کوتاہ بینوں کو

اتنا غبار ارے توبہ

آپ کی رہگزار، ارے توبہ
کہکشاں شرمسار، ارے توبہ

حُسن کی شوخیاں، معاذاللہ
عشق کا انکسار، ارے توبہ

یہ تبسّم یہ عارض و گیسو
اہتمامِ بہار، ارے توبہ

روئے روشن پہ زلفِ سایہ فگن
ربطِ لیل و نہار، ارے توبہ

پاس اُن کو مری وفاؤں کا
حُسن اور شرمسار، ارے توبہ

میرے آنسو، تمہارے دامن پر
آرزو روبکار، ارے توبہ

ذرّہ ذرّہ ہے حاملِ جلوہ
جلوۂ انتشار، ارے توبہ

اُف رے ناکامیاں محبّت کی
حسرتوں کا شمار، ارے توبہ

کیا ہوا غیرت و حمیت کو
دل میں اتنا غبار، ارے توبہ

روکشِ حشر ہے ہر اک لمحہ
ساعتِ انتظار، ارے توبہ

حق پرستی کے نام پر منصور
فتنۂ گیر و دار، ارے توبہ

علاجِ دلِ مبتلا نہیں

وہ ساز ہی نہیں کوئی جس میں نوا نہیں
لیکن ترا جواب دلِ مبتلا نہیں

سیکھی گئی ہے گردشِ ایام سے یہ بات
دشمن سے دوست، دوست سے دشمن جدا نہیں

پوچھا کوئی علاجِ دلِ مبتلا بھی ہے؟
بولے نہیں علاجِ دلِ مبتلا نہیں

ہستی میں دل کشی ہے عدم کے وجود سے
فرقت نہ ہو تو وصل کا کوئی مزا نہیں

شائستۂ گناہ نہ ہوتا اگر یہ دل
اس رحمتِ تمام کو پہچانتا نہیں

کس منہ سے وہ شکایتِ موجِ بلا کرے
ساحل پہ بھی سکون جسے مل سکا نہیں

یہ جوششِ جنوں یہ بیاباں یہ وحشتیں
ایسے میں کون دل کا کہا مانتا نہیں

یہ آزمائشیں، یہ جفائیں، یہ برہمی
کس نے کہا کہ آپ کو پاسِ وفا نہیں

پھر کر دیا ضمیر نے مجھ سے وہی سوال
کیا درمیانِ دیر و حرم راستا نہیں؟

طے کر رہا ہوں شوقِ فراواں میں آج کل
وہ منزلیں کہ جن پہ کوئی نقشِ پا نہیں

دنیا سزائے دار سے مبہوت ہو گئی
منصور کون تھا؟ یہ کوئی جانتا نہیں

ارے او زمانے

یہ کیا کہہ دیا ہے کلی کو صبا نے
کہ گردن جھکا کر لگی مسکرانے
چلا ہے محبت کی دنیا مٹانے
ارے او زمانے، ارے او زمانے

تمھیں تھے کبھی زندگی بن کے آئے
تمھیں کاش آؤ قضا کے بہانے

بہت بار چاہا کروں بات اُن سے
مگر باز رکھا ہمیشہ حیا نے

بہت ہو چکا زندگی تیرا ماتم
بجانے بھی دے موت کو شادیانے

چل اے دل سنبھال اور تازہ بلائیں
وہ پھر آگئے ہیں محبت جتانے

یہ راز محبت ہے منصورؔ اس کو
تمھارے سوا دوسرا کون جانے

ضرورت نہیں زمانے کو

سُنا تو دوں گا بہر حال میں سُنانے کو
نہ سُن سکو گے مگر تم مرے فسانے کو

چلو وہ آ گئے چارہ گری دکھانے کو
قضا بھی ڈھونڈھ رہی تھی اسی بہانے کو

نہ بجھ سکے گی کہ شمعِ یقینِ محکم ہے
چلی ہے بادِ حوادث جسے بجھانے کو

بہت سی کروٹیں بدلی بھی ہیں زمانے نے
بہت بدلنی بھی ہیں کروٹیں زمانے کو

غمِ معاش، غمِ زندگی، غمِ محبوب
ہمیں ہیں ایک زمانے کے غم اٹھانے کو

مجھے تو ترکِ نشیمن کی شرط بھی منظور
جلا سکے بھی مگر برق آشیانے کو

ہمیں بھی کوئی تعلق نہیں زمانے سے
اگر ہماری ضرورت نہیں زمانے کو

نہ کر سکا کوئی دار و رسن کی غمخواری
نہ سن سکا کوئی منصور کے فسانے کو

ھندی گیت

میں نے تمھیں دیکھا ہے، میں نے تمھیں پایا ہے

میں نے تمھیں دیکھا ہے پایا ہے کن کن[1] میں

اُس دن جب تن کیول من کیول اپنا تھا

اُس دن جب ہر سانس سوکبھرے[2] سپنا تھا

پھر جس دن بھان[3] ہوا من کے مہمانوں کا

پھر جس دن اُبل پڑا لاوا، ارمانوں کا

بھولے رتو آنگن[4] میں مدماتے[5] ساون میں

کلیوں کے بچپن میں پھولوں کے یوون[6] میں

میں نے تمھیں دیکھا ہے پایا ہے کن کن میں

---

(۱) ذرہ ذرہ (۲) معطر (۳) محسوس ہوا (۴) صحن موسم (۵) مست (۶) شباب۔

اُس دن جب سُدھیوں[7] کے بادل منڈلائے تھے
اُس دن جب آشا کے اُپون[8] بورائے تھے
پھر جب مدھوماسوں[9] نے مدھو بندھن توڑ لیا
وسودھا[10] نے جب ناتا پت جھڑ سے جوڑ لیا

ہرشائے مدھوبن[11] میں کویل کے گاین میں
السائے اگہن میں مُرجھائے پھاگن میں
میں نے تمھیں دیکھا ہے پایا ہے کن کن میں

ششی[12] کی شبھ راتوں میں میں نے تمہیں دیکھا ہے
روی[13] کے آگھاتوں[14] میں میں نے تمہیں پایا ہے
چنچل برساتوں میں میں نے تمھیں دیکھا ہے
اور دل ہم پاتوں[15] میں میں نے تمھیں پایا ہے

مدھومے آلنگن[16] میں کٹو تا مے بندھن[17] میں
تم میرے سُکھ دُکھ کے ساتھی ہو جیون میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے پایا ہے کن کن میں

---

(۷) یادیں (۸) چمن (۹) بہاروں (۱۰) زمین (۱۱) شاداب چمن (۱۲) چاند (۱۳) سورج
(۱۴) چوٹ (۱۵) گہری برفباری (۱۶) پرلطف معانقہ (۱۷) تلخ پابندی۔

ہر پردہ اُٹھانا چاہتا ہوں

حقیقت کو جتانا چاہتا ہوں
سزائے دار پانا چاہتا ہوں

جنوں کے حوصلوں کی خیر اے دل
خرد کا سر جھکانا چاہتا ہوں

خودی بھی ایک پردہ بیخودی بھی
میں ہر پردہ اٹھانا چاہتا ہوں

نہایت شرمسارِ زندگی ہوں
کفن میں منہ چھپانا چاہتا ہوں

نہ چھیڑیں مجھ کو اربابِ محبّت
میں رونے کا بہانا چاہتا ہوں

مری آنکھو! گھٹائیں بن کے برسو
میں اشکوں میں نہانا چاہتا ہوں

میں اپنے درد کی ہر بات منصورؔ
غزل کہہ کر سُنانا چاہتا ہوں

شاید اک روز تمھیں دار پہ بھی دیکھا تھا

کیا وہ منصور تمھیں ہو؟ تمھیں ہو نا؟ ہو نا؟؟

اپنوں سے نہ غیروں سے محبّت کی ہے
پھولوں سے نہ کانٹوں سے محبّت کی ہے
اُس دل پہ میں سو جان سے قرباں جس نے
افلاس کے ماروں سے محبّت کی ہے

بدل دو فضا زمانے کی

نہ ہے فغاں کی اجازت نہ مسکرانے کی
یہ زندگی کی سزا ہے کہ دل لگانے کی

اب اُس مقام پہ ہے ذوقِ بندگی میرا
جہاں نہ عجز کی قیمت نہ سر جھکانے کی

نہ مہر ہے نہ محبت نہ صدق ہے نہ خلوص
ہمیں تو راس نہ آئی فضا زمانے کی

وہیں پہ اشکوں سے شبنم نے بھر دیا دامن
کلی نے بھول جہاں کی تھی مسکرانے کی

مٹا سکو تو مٹا دو کدورتوں کے نشاں
بدل سکو تو بدل دو فضا زمانے کی

حیات و موت کے نقشے پہ چھا گئیں منصور
جو سرخیاں تھیں ترے عشق کے فسانے کی

منصور کا پاس خودداری غرور نظر آتا ہے حالانکہ منصور انتہائی منکسر المزاج ہے۔ اُس کا قصور یہ ہے کہ وہ حلم و انکسار کے ساتھ نہایت خوددار و وضعدار بھی ہے۔ اس حسین امتزاج نے اس میں وہ شانِ بے نیازی پیدا کردی ہے جو اُن کشتگانِ سود و زیاں کو اکھرتی ہے۔ لیکن ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

منصور تو اس "ہنگامہ زارِ ناؤ نوش" میں "محفل جاناں" تک سے بے نیاز ہے ؎

زندگی پہلے بھی تھی ہنگامہ زارِ ناؤ و نوش مل گئی تو کیا نہ ملتی بھی تری محفل تو کیا

تیری محفل ملے ملے نہ ملے "ایک منزل" ملے ملے نہ ملے

کی ہے طوفاں نے پرورش میری مجھ کو ساحل ملے ملے نہ ملے

پھر اس مخمورِ بادۂ خودی اور اس مستِ نشۂ بے نیازی کو اپنی سرشاری کا کس قدر احترام ملحوظ ہے ؎

میں بھی سنبھل کے بات کروں گا مگر ا سنو تم بھی ادب سے بات کرو میں نشے میں ہوں

وہ لحاظ خودی و پاس وضع جس نے غالب سے کہلوایا کہ ؎

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں سبک سر بنکے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

اس منصور وقت کو بھی اس قدر ملحوظ ہے کہ وہ "التجائے جلوہ آرائی" کو "توہینِ نظر" سے تعبیر کرتا ہے ؎

ہم اُن سے التجائے جلوہ آرائی نہیں کرتے ہمیں یہ بات توہینِ نظر معلوم ہوتی ہے

منصور کے اسی جذبۂ احترام خودی کو کم فہم لوگ غرور سمجھتے ہیں۔

منصور کو زود رنج کہنے والے دشمنِ عقل ایک شاعر کے دلِ حساس کی وسعتوں کو کیا جانیں؟ شاعر، جو سارے جہاں کا درد "اپنے" جگر" میں رکھتا ہے، "غمِ دیگراں" کو اپنے غم پر ترجیح دیتا ہے ؎

اسی کو دوسروں کے درد کا احساس کہتے ہیں کہ سوزِ شمع میں جلنے چلے آتے ہیں پروانے

پھر منصور جس کی زندگی غم و آلام ہی سے عبارت ہے اگر اُن کو رباطن نکتہ چینوں کو اس لب و لہجے میں مخاطب کرے تو اُسے حق پہنچتا ہے ؎

دشمنی اچھّی نہیں

اے جنونِ شوق یہ وارفتگی اچھّی نہیں
آنسوؤں میں جو بدل جائے خوشی اچھّی نہیں

بے خودی تو دیر و کعبہ کی حدوں تک ٹھیک تھی
عشق وہ منزل ہے جس میں بیخودی اچھّی نہیں

عقل کے ہاتھوں فریبِ دوستی کھاتے رہے
دل تو کہتا تھا کسی سے دشمنی اچھی نہیں

انسان کہلاتا ہوں میں

شور اٹھتا ہے قیامت کا جدھر جاتا ہوں میں
گویا اک طوفان دنیا کو نظر آتا ہوں میں

آج بھی صیّاد کی نظریں ہیں سوئے آشیاں
آج بھی گلشن میں رہ کر خوف سا کھاتا ہوں میں

ظلم واستبداد، وحشت، مکر، کینہ اور حسد
واہ رے انسانیت انسان کہلاتا ہوں میں

یا تو مدّت تک نہیں لیتا کبھی پینے کا نام
اور پیتا ہوں تو پیتا ہی چلا جاتا ہوں میں

دوستو! ساحل کے نظاروں میں ممکن ہی نہیں
لطف جو موجِ بلا کی گود میں پاتا ہوں میں

حسرتیں، مایوسیاں، ناکامیاں، مجبوریاں
عشق کے صدقے میں کیا کیا نعمتیں پاتا ہوں میں

بے جھجک اعلان حق کرتا ہوں سینہ تان کر
دوستوں یوں اس لیے منصور کہلاتا ہوں میں

تمھیں ہونا

غیر ممکن نہ سہی اُن کا نظارا ہونا — پھر بھی کچھ سہل نہیں حشر کا برپا ہونا

وہم ہے وہمِ غمِ دل کا مداوا ہونا — اور اس دورِ پر آشوب میں ایسا ہونا

عقل اب چاند ستاروں پہ کمندیں ڈالے — دل کی دنیا میں تو مشکل ہے اُجالا ہونا

توبہ کرنے کی اجازت بھی نہیں مے بھی نہیں — قہر سا قہر ہے موسم کا سہانا ہونا

آج احساس کے ماتھے پہ شکن دیکھی ہے — دل سے اب ظلم تو مشکل ہے گوارا ہونا

ہر نفس خونِ تمنّا کی خبر دیتا ہے — موت ہے، دل کا یہ سینے میں دھڑکتا ہونا

ہم تو کہنے کو یہ کہہ دیں گے بہار آئی ہے — بوئے گل سے کہیں گلشن بھی مہکتا ہونا؟

اک ذرا چھیڑ یہ کشتی سے الجھ جاتی ہے — موج پھر موج ہے کیا جانے یہ دریا ہونا

شاید اک روز تمھیں دار پہ بھی دیکھا تھا

کیا وہ منصور تمھیں ہو، تمھیں ہونا؟ ہونا؟

ھندی بلینک ورس

درد کچھ ایسا ہے جیسے

درد کچھ ایسا ہے جیسے
ایک دیہاتی جو دل میں
سرو شکتی مان[1] درگا[2] کی اسبھکتی[3] کا
ٹھاٹھیں مارتا اُمنڈا سمندر، لے
اچانک چل پڑا ہوا
رات کے مدھم کشنڑوں[4] میں

جب
بھیانک رُوپ سے
اُمنڈی ہوئی کالی گھٹائیں
ہر طرف

---

(۱) پوری طاقت کا مالک (۲) مشہور دیوی (۳) بے پناہ عقیدت (۴) لمحات۔

آکاش پر چھائی ہوئی ہوں
اور پنتھ[1]
آسام کے سنسان بیہڑ جنگلوں سے
ہو کے
دیوی کے پوتر استھان[2] تک
پہنچا رہا ہو
اور یہ دیوی کا دیوانہ جو
اپنی سادھنا[3] میں مست
اپنے آپ کو بھولا ہوا سا
گنگناتا جا رہا ہو
اس طرح جیسے کہ
جیون کا وہی ہے ستّے[4] جو
اُس کی سمجھ میں آگیا ہے
کنتو[5]،
ایک جھنکار اُٹھی

---

(۱) راستہ (۲) پاک مقام (۳) لگن (۴) حق (۵) لیکن۔

سپن[1] ٹوٹا
ستّے جاگا
ہوش آیا
اور تبھی آکاش[2] پر بجلی جو چمکی
دیکھتا کیا ہے ؟
کہ اس کے سامنے
کالا ڈسیلا سانپ
اپنی پونچھ پر
تن کو اٹھائے
پھن کو پھیلائے کھڑا ہے
اب یہ بیچارہ ابھاگا[3]
سروشکتی مان درگا کا پجاری
کیا کرے
کیسے بچائے جان اپنی
جس طرف بھاگے گا

---

(۱) خواب (۲) آسمان (۳) بدنصیب ۔

اب تو سانپ ہوں گے
شیر اور چیتے بھی مل جائیں تو سمجھو[1] ہے
کہ جیون تو کوئی سپنا[2] نہیں ہے
اور جیسے جینا ہے
آخر سین میں کب تک جئے گا

اور جیون کی
ویتھائیں[3]
وید نائیں[4]
سانپ بن کر
کاٹنے دوڑیں گی

اُن سے
سپن[5] کی دیوی بچا پائے گی کیسے؟
درد کچھ ایسا ہے جیسے۔

(۱) ممکن (۲) خواب (۳) اضطراب (۴) درد (۵) خواب۔

دار کی دعوت کون قبولے؟

کون سُنے منصور کی باتیں؟

اک لفظ پہ دنیا کو لرزتا دیکھا
اعلانِ انا الحقُ کا تماشا دیکھا
حق یہ ہے کہ باطل کے پرستاروں سے
منصور کا انداز نرالا دیکھا

منصور کی باتیں

حسن کی باتیں، حور کی باتیں
نور کی باتیں، دور کی باتیں

بھول ہے اے دل خواہشِ جلوہ
یاد نہیں کیا طور کی باتیں

دل کا پاس کہاں تک رکھتے
دل کرتا ہے دور کی باتیں

ٹھنڈی آہیں تپتے آنسو
اُف رے دلِ رنجور کی باتیں

دار کی دعوت کون قبولے؟
کون سُنے منصور کی باتیں؟

تم نے مرے جذبات کو کب سمجھا ہے — تم نے مرے ارمان کہاں دیکھے ہیں
نغموں کے تموّج سے بہلنے والو! — تم نے ابھی طوفان کہاں دیکھے ہیں

اور یہ کہہ کر اُن کی ریاکاری کا بھانڈا پھوڑے تو حق بجانب۔ کہ ہے

لوگ ہر سانس پہ پہرہ تو بٹھا سکتے ہیں — میرے جینے کا سہارا تو نہیں بن سکتے
یہ مرے درد کی توہین تو کر سکتے ہیں — یہ مرے درد کا چارا تو نہیں بن سکتے

منصور کا نظریہ ہے کہ اس خود غرض دنیا میں "تبسم گل" سے جی بہلانے والا تو ہر شخص ملے گا لیکن "شبنم کے آنسو" دیکھنے والا کوئی نہیں۔ ہے

دنیا فقط تبسمِ گل دیکھتی رہی — شبنم کے آنسوؤں کی کسی کو خبر نہیں
یہ دنیا ہے یہاں شبنم کے آنسو کس نے دیکھے ہیں — یہاں تو دل بہلتے ہیں گلوں کے مسکرانے سے

منصور کی بحث و تمحیص کے متعدد اسباب ہوا کرتے ہیں۔ کہیں وہ کسی مفید نتیجے پر پہنچنے کے لیے بحث کرتا ہے تو کہیں اپنے نظریات و مسلمات کو سمجھانے کے لیے کہیں اُس کا مقصد مخاطب کی وسیع معلومات سے استفادہ کرنا ہوتا ہے تو کہیں اُس کا منشا گندہ ذہن نکتہ چینوں کو جسارتِ لب کشائی سے روکنا۔ وہ اپنی بحث میں "بریشم" بھی ہے اور "فولاد" بھی۔ اُس کو نہ پہچاننے والے اس کی اسی عادت کو کج بحثی کا نام دے کر اچھالتے ہیں اور اپنی خفت پر پردہ ڈالتے ہیں۔

منصور کی پوری زندگی، اُس کا ماحول اور اُس کا حلقۂ احباب اُس کی انسانیت، شرافت اور خلوص کے روشن ثبوت ہیں۔ وہ اپنے احباب پر سب کچھ وار دیتا ہے اور احباب پر اُس کے اسی ایثار اور بے دریغ خرچ کو حسّاد فضول خرچی کہتے ہیں۔ ایسے ہی بدبینوں کے لیے شیخ شیرازؒ کہہ گئے ہیں ہے

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجے است — کہ از مشقتِ آں جز بمرگ نتواں رست

منصور کے پہلو میں ایک درد آشنا دل ہے۔ غمِ حیات نے اُس کے کلام کو "سوز و گداز میر" عطا کیا ہے۔ اُس کا غم حقیقی غم اور رنگ کلام اُس کے خونِ جگر کا رہینِ منت ہے۔ اسی

بہت قریب ہے جنت شراب خانے سے

میں باز آیا محبت کے گیت گانے سے / مجھے تو دشمنی کرنی نہیں زمانے سے

یہ راز کھلتا ہے منصور کے فسانے سے / ہے خود کو ڈھونڈھنا مشکل خدا کے پانے سے

تمام رات کی شبنم نے اشک ریزی کیوں / یہ راز صبح کھلا گل کے مسکرانے سے

خوشی کے اشکوں کی صورت کبھی کبھی اے دوست / وفورِ غم بھی جھلکتا ہے مسکرانے سے

جفا و ظلم نہ ڈھائے یہی غنیمت ہے / وفا کی کس کو توقع ہے اس زمانے سے

میں سیرِ کوثر و تسنیم روز کرتا ہوں / بہت قریب ہے جنت شراب خانے سے

جب اُن کی مست نگاہی کے گیت گاؤں گا / فضائیں جھوم اٹھیں گی مرے ترانے سے

مری قسم ہے تمہیں تم مجھے بھلا دینا / اگر سکون ملے کچھ مجھے بھلانے سے

رہے دلوں میں اندھیرا اگر تو کیا حاصل
بنا تو جشنِ چراغاں تجھے منانے سے

قضا کا سامنا ہے

یہ دنیا کیا سمجھتی محبّت چیز کیا ہے
یہاں پہلو میں کس کے دلِ درد آشنا ہے
جنوں اب بھی سنبھل جا تجھے معلوم کیا ہے
سروشِ آگہی بھی خرد کا ہمنوا ہے
سکونِ دل کا مبدا، غمِ دل کا مداوا
خرد جو ڈھونڈھتی ہے جنوں ٹھکرا چکا ہے
حقیقت وہ نہیں ہے جسے ہم دیکھتے ہیں
حقیقت صرف وہ ہے جسے دل مانتا ہے
کوئی مانے نہ مانے مگر میں کہہ رہا ہوں
جہاں ہنستی ہیں آنکھیں وہاں دل رو چکا ہے
بزعمِ تیز گامی وہ آگے بڑھ گئے ہیں
اگرچہ سست رو ہیں ہمارا بھی خدا ہے
وہی حق بات ہوگی کہ جو تم کہہ رہے ہو
مگر منصورؔ پھر بھی قضا کا سامنا ہے

ہر کلی چاک جگر ہوتی ہے

عمر تو سب کی بسر ہوتی ہے
شامِ غم کی بھی سحر ہوتی ہے

دل کی آواز سنی ہے کس نے ؟
دل میں آواز مگر ہوتی ہے

خندۂ گل نے یہ عقدہ کھولا
ہر کلی چاک جگر ہوتی ہے

دیکھو تمھیں پہچان لیا نا؟

اے دل جو مرا حشر نہ ہونا تھا، ہوا نا؟

تو نے تو محبت سے کنارا نہ کیا نا؟

گو عشق عبارت ہی سہی حسنِ نظر سے

دنیا تو مگر اس کو سمجھتی ہے بڑا نا؟

خاموشی کا عالم تھا تری بزم پہ طاری

میں بولا تو لوگوں کا ذرا منہ تو کھلا نا؟

تھا میرا نشیمن تری بے تابی کا باعث

اے برق جلا کر تو اُسے چین ملا نا؟

سُولی پہ کبھی آیا ہے تو کس نازو ادا سے

منصور نے دیکھو تمھیں پہچان لیا نا؟

ھندی گیت

پگ پگ پر میں نے منزل کی مانگ سنواری

پگ پگ پر میں نے منزل کی مانگ سنواری ہے
پھر بھی لگتا ہے جیون سادھ[1] کنواری ہے

پھولوں کی مسکان ہردے[2] کی ہنسی اُڑاتی ہے
پھر بھی اوس ٹھگوری آنکھوں کو للچاتی ہے

یہ اگنت[3] تاروں کی بندھن وار[4] پرائی ہے
آنسو پر ادھکار[5] پیڑ[6] پرانوں سے پائی ہے

دھرم روڑھیاں[7] پرم پرائیں[8] سب کو اپنایا
پھر بھی مانو[9] نے مانو کا مرم[10] نہیں پایا

---

(۱) مقصد (۲) دل (۳) بے شمار (۴) جھالر (۵) حق (۶) درد (۷) پرانی رسمیں
(۸) روایات (۹) انسان (۱۰) راز

س[1] ہے ابھشاپ[2] بدّھی[3] کا ترک[4] جواری ہے

…یگ پر میں نے منزل کی مانگ سنواری ہے

کتنے قدم بڑھائے اب تک کتنی دور چلا

تھکے گئے راہی ساکنٹھت[5] ہو مجبور چلا

یونکہ منن[6] کا موَن نہ چنچل[7] چنتن اپنا تھا

سب کچھ اوروں کا کیول بھولا پن اپنا تھا

بڑی بھول کی سانسوں سے پرانوں کا تول کیا

بڑی بھول کی آنسو سے پیڑا کا مول کیا

من کی ہر آشا ہلکی ابھلاشا[8] بھاری ہے

یگ یگ پر میں نے منزل کی مانگ سنواری ہے

---

(١) ضمیر (٢) بددعا (٣) عقل (٤) استدلال (٥) مکدر (٦) سکوتِ استغراق (٧) شوخیٔ فکر (٨) مقصودِ اعلیٰ

جانے کب تک سپنوں کی بھاشا کو بول ملیں
جانے کب تک انتر کی بغیا[1] میں پھول کھلیں
جانے کب تک کنٹھاؤں[2] کی کالی رات ڈ...
جانے کب تک شواسوں کا سورج آنکھ ...

آشائیں نت نئے نئے اُپہار[3] سجاتی ہیں
اِچھّائیں ہونٹوں تک آنے میں سکوچاتی[4] ہیں
منہارین[5] بے من کی ہیں ممتا دکھیاری...
پگ پگ پر میں نے منزل کی مانگ سنواری...

---

(۱) گلشنِ دل (۲) کدورتیں (۳) تحفے (۳) جھجکتی ہیں (۴) خاطریں...

لیے اس کے کلام میں بے پناہ تاثیر ہے۔ اُس کی یہ ستائیس ۲۷ سالہ عمر کس طرح گزری ہے خود اُسی سے سُنیئے :

تمناؤں کا خوں پیتا رہا ہوں
امیدوں کا کفن سیتا رہا ہوں

جلاکر دل میں ارمانوں کی ہولی
دہکتی آگ میں جیتا رہا ہوں

میری ہر ایک سانس میں شرکت ہے آہ کی
کیا جانیں ؟ زندگی ہے سزا کس گناہ کی

سناؤں گا کب تک کہاں تک سنوگے
ہیں لمبے بہت زندگی کے فسانے

بجھاتی رہیں آندھیاں دل کے دیپک
جلاتی رہیں بجلیاں آشیانے

زیرِ نظر مجموعۂ کلام "دار کی دعوت" منصور صاحب کا پہلا مجموعہ ہے جو طباعت کے لیے جارہا ہے۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۶۶ء کو جناب بستان بیکانیری کے یہاں مشاعرے میں ہم مدعو تھے۔ دوسرے دن محترم انل بورڈیا صاحب ڈائریکٹر محکمۂ تعلیم راجستھان نے اپنے دولتکدے پر ہمیں ایک ادبی نشست میں مدعو فرمایا اور پہلی بار منصور صاحب کو سُنا۔ ایک صاحبِ دل نے ایک اہلِ دل کی دل سے قدر کی اور اُن سے اُن کا مجموعۂ کلام برائے اشاعت طلب فرمایا۔ اُس دلچسپ اور بے نظیر قدردانی کا تفصیلی ذکر تو انشاءاللہ میں کسی اور موقع پر کروں گا۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ یہ مجموعہ اُس علم دوست اور ادب پرور ہستی کے ایما پر ترتیب دیا گیا ہے اور مجھے میرے پیارے دوست منصور کا حکم ہے کہ اس پر اپنی رائے دوں۔ بھلا میں کیا اور میری بساط کیا کہ اس عظیم فن کار پر جرأت خامہ فرسائی کر سکوں لیکن "احترام ایمائے دوست" سے مجبور ہو کر اپنی بے بضاعتی کو عالم آشکارا کرنے چلا ہوں۔

کلامِ منصور پر نقد و تبصرہ کا حق تو میرے وطن کے بڑے نقاد و مبصر ہی ادا کریں گے میں تو جناب منصور کے چند نظریات کو اُن کے آئینۂ کلام میں دیکھنے کی سعیٔ ناتمام ہی کروں گا۔ شاعرِ فطرت، قادر الکلام منصور کو اردو، ہندی اور راجستھانی زبان کی ہر صنف سخن پر

قدرتِ تامّہ حاصل ہے۔ غزل ہو یا نظم، گیت ہو یا کویتا، بلینک ورس ہو یا سونیٹ منصور کا قلم اسی بے پناہ روانی سے اپنی جولانیاں دکھاتا چلا جاتا ہے۔

غزل "آبروئے سخن" ہے اور اگر اس "پیکرِ جمالیات" کو لطفِ زبان اور حسنِ محاکات کے زیوروں سے بھی آراستہ کر دیا جائے تو پھر کیا کہنا۔ اس مجموعے میں آپ کو لطفِ زبان و حسن محاکات کے ایسے بہت سے غزل پارے ملیں گے :-

یہ کیا کہہ دیا ہے کلی کو صبا نے ۔۔۔ کہ گردن جھکا کر لگی مسکرانے
آرزو ہے نہ اب کوئی ارماں ۔۔۔ اے جنوں انتہا کر رہا ہے
اس قدر پی ہے کسی کی مست نظروں سے کہ بس ۔۔۔ اب مجھے تو زندگی بھر ہوش آ سکتا نہیں

رنگِ تغزل میں ڈوبے ہوئے اس قسم کے شہہ پارے بھی اس مجموعے میں آپ پائیں گے :-

اب خاک میں ملتا ہے فروغِ مہ و انجم ۔۔۔ ہم چھیڑ رہے ہیں رُخِ تاباں کی حکایت
مجھ کو شرابِ ناب سے کیا واسطہ مگر ۔۔۔ اک پاسداری لبِ لعلینِ یار ہے

عشق جب "مجاز" سے "حقیقت" کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا جذباتی بیان کتنا لطیف ہو جاتا ہے۔ دیکھیے :-

تیری شانِ شہود کے قرباں ۔۔۔ لوگ مجھ سے بھی پیار کرتے ہیں
پھر کر دیا ضمیر نے مجھ سے وہی سوال ۔۔۔ کیا درمیانِ دیر و حرم راستہ نہیں ؟

شاعر جو "امینِ عشق" بھی ہوتا ہے اور "نقیبِ محبت" بھی، خرد کی فتنہ سامانیوں سے عوام کو ہمیشہ خبردار اور عشق کی پہنائیوں سے آگاہ کرتا ہے۔ یہ مجموعہ اس طرح کے ادب پاروں سے بھرا ہوا ہے :-

سما گئی ہیں دو عالم کی وسعتیں دل میں ۔۔۔ جنوں گواہ! محبت خود ایک عالم ہے

شوقِ تکمیلِ تمنا کا محرک لمحہ — کتنی رنگین بہاروں کا خدا ہوتا ہے
ہر تلخیٔ حیات کو شیریں بنا دیا — لذت نہ پوچھیے "کرم گاہ گاہ" کی

اپنے تخلص کے معنی سے فائدہ اٹھا کر تاثیرِ کلام میں اضافہ کرنے کی جدت مومن کی رہینِ اختراع مانی جاتی ہے۔ کلامِ منصور میں باتباع سنتِ مومن" اس نوع کے بڑے کامیاب تجربے آپ کو ملیں گے:

دار پر ہنستے ہوئے آکر کہا منصور نے — اب بھی ہو جس میں صلاحیت وہ پہچانے مجھے
سولی پہ بھی آیا ہے تو کس ناز و ادا سے — منصور نے دیکھو تمہیں پہچان لیا نا؟
دار کی دعوت کون قبولے — کون سُنے منصور کی باتیں

اس مجموعے میں اس قسم کے متعدد یہ اشعار آپ کو ملیں گے جو ممتاز طرزِ ادا کے ساتھ منصور کے سماجی و سیاسی شعور کے آئینہ دار بھی ہیں:

اے شامِ غریباں تری شعلہ نفسی میں — مستور ہے اک صبحِ وطن دیکھ رہا ہوں
جو زبانوں پہ لگائے تھے خزاں نے اے دوست — کھل گئے موسمِ گل میں بھی وہ تالے کتنے؟
یہ انقلاب کب تھا کہ اس انقلاب میں — وہ مطمئن رہے جو پریشاں نہیں رہے

اسی میں ایسے قطعات بھی ملیں گے جو زورِ بیان، دردِ انسانیت، سامراجیت بیزاری، بے پناہ سوز و گداز اور تاثیر کے شاہکار ہیں:

جس کو دیکھو وہی خونخوار نظر آتا ہے — کاش کوئی تو ہو انسان۔ مگر کوئی نہیں
ایٹمی طاقتیں ہیں جنگ کی تیاری ہے — امنِ عالم کا نگہبان۔ مگر کوئی نہیں

آج توپوں کے دہانے پہ ہے انساں کا وجود — اُف یہ بارود کی بدبو یہ بھڑکتی ہوئی آگ
کتنی ماؤں کی نہ ہو جائیں گی گودیں خالی؟ — کتنی بہنوں کا نہ لٹ جائے گا اَن مول سہاگ؟

منصور بڑے کامیاب سونیٹ نگار بھی ہیں۔ سونیٹ کی ٹکنیک پر اُن کی گہری نظر ہے۔ زیرِ نظر

مجموعے میں "دعوت" اور "شہید خواب" جیسے سونیٹ آپ کو قطعی دعوتِ فکر دیں گے۔ یہ مجموعہ اپنی اس خصوصیت کے اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ اس میں ایک شاعر ایک کامیاب کوی اور ایک مشاق گیت کار کے روپ میں بھی نظر آرہا ہے۔ اسی مجموعے میں ایک ہندی بلینک ورس نظم بھی موجود ہے جس کی روانی، زورِ بیان اور افادیت آپ کو توجہ مبذول فرمانے پر مجبور کرے گی۔

جناب منصور کے گیت کیا ہیں؟ متعدد آتش فشاں پہاڑ ہیں جن سے گیت کار کے غمِ دل کا گرم گرم لاوا اُبل پڑا ہے مثلاً ان کا ایک گیت "رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا" ان کے غمِ پنہاں کی کتنی تلخیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اُس کا اندازہ اُس کے ایک بند ہی سے ہو سکتا ہے:

سانس آتی رہی آہ بنتی گئی — دم گزرتا گیا عمر کٹتی رہی

حسرتوں کا جنازہ نکلتا رہا — رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا

اسی طرح جناب منصور کے تمام گیت فنّی رچاؤ، صوری و معنوی حُسن کی گلکاریوں، دلی سوز و گداز، وارفتگی و والہیت اور رسیلے میٹھے وجد آفریں ترنم سے بھرپور ہیں۔

ہندی نظموں میں بھی یہ "خورشید فن" اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ضو پاش نظر آتا ہے۔ ایک ہندی نظم "یُگ منتھن" جو معاہدۂ تاشقند کے بعد لکھی گئی ہے اسی مجموعے میں شامل ہے۔ نظم کا پس منظر، لب و لہجے کی رمزیت و اشاریت، تلمیحات کا حُسنِ بیان، الفاظ کا ترنم، بہاؤ، تاثر کی بے پناہ فراوانی اور ہر بند کے نتیجہ خیز آخری مصرعے قابلِ دید و شنید اور لائقِ تحسین و آفریں ہیں۔

غرض "دار کی دعوت" مجموعہ ہزاروں رنگ اپنے دامن میں بھرے قارئین کو دعوتِ فکر و نظر دینے منظرِ عام پر آیا ہے اور اُن لوگوں کے لیے جنھیں قدرت نے عقلِ سلیم اور دلِ حساس ودیعت فرمایا ہے حق و صداقت کے ان گنت پیغام لایا ہے۔

میرے نزدیک صوبۂ راجستھان میں اپنی قسم کا یہ واحد اور بے نظیر مجموعہ ہے اور اُردو ہندی ادب میں ایک بیش بہا اور بے مثال اضافہ میری دلی دعا اور نیک تمنا ہے کہ اس بے مثال مجموعے کی قدر و قیمت پہچانی جائے اور اس "منصورِ ادب" کو اس کا صحیح مقام دیا جائے۔ اُردو اور ہندی ہر دو ادب اِس مایۂ ناز و عظیم فن کار کو نہایت پُرامید نظروں سے تک رہے ہیں۔

سالک عزیزی — ۱۷ جنوری ۱۹۶۷ء

دار پر ہنستے ہوئے آ کر کہا منصور نے

اب بھی ہو جس میں صلاحیت وہ پہچانے مجھے

ظلمت کے کلیجے کی چبھن ہیں ہم لوگ

خورشید کی تابندہ کرن ہیں ہم لوگ

کیوں لرزہ براندام نہ ہوں ظلم پرست

احساس کے ماتھے کی شکن ہیں ہم لوگ

کب آؤ گے؟

تم بحرِ غم کا بن کے کنارا کب آؤ گے
اے دولتِ نشاط! دوبارا کب آؤ گے
جاتے تو ہو بتاؤ خدارا کب آؤ گے
کب آؤ گے دوبارہ دویارا کب آؤ گے

دل داغ داغ ہو تو چکا ہے فراق میں
دل باغ باغ کرنے ہمارا کب آؤ گے

دیکھو تو پھر گئیں مری آنکھوں کی پُتلیاں
کر کر کے انتظار تمہارا کب آؤ گے

پیہم یہ حادثاتِ مُسلسل یہ آفتیں
کب تک کروں گا ان کو گوارا کب آؤ گے

پھر جوششِ جنوں میں گریباں ہے تار تار
پھر وحشتوں نے مجھ کو پکارا کب آؤ گے

شدّت سے دردِ دل کی ہے منصور بیقرار
تُم بن کے اس کے درد کا چارا کب آؤ گے

دار کی دعوت

احمد علی خاں منصور

محکمۂ تعلیم حکومتِ راجستھان
کے لئے
نیشنل اکاڈمی دہلی نے شائع کیا

بُرا کوئی نہیں ہے آدمی سے

اگر ہر غم اُٹھا لیتے خوشی سے
تو کیوں بیزار ہوتے زندگی سے

بہت پہنچا تو پھیکی سی ہنسی تک
ہمارا سوز پلکوں کی نمی سے

گلہ کیا آسماں کی کجروی کا
بُرا کوئی نہیں ہے آدمی سے

دلوں میں ہو گیا گہرا اندھیرا
خرد کی فتنہ ساماں روشنی سے

مرے اپنے بھی مجھ سے یوں ملے ہیں
کوئی ملتا ہے جیسے اجنبی سے

بہت پہچانتا ہوں دوستوں کو
مگر کیا فائدہ ہے دشمنی سے

دلیلِ راہ ملتی ہے خرد کو
جنوں کے نقشِ پائے گمرہی سے

نہ جانے کس قدر معصوم یادیں
ہیں وابستہ مری تر دامنی سے

ارے منصور! وہ جورو کا شاعر
اُسے تو جانتے ہیں ہم کبھی سے

قُلقُلِ مینائے آہ کی

میری ہر ایک سانس میں شرکت ہے آہ کی
کیا جانیں زندگی ہے سزا کس گناہ کی

باتیں تو ہو چکی ہیں بہت رسم و راہ کی
صورت نکالیے کوئی اب تو نباہ کی

ہر تلخیِ حیات کو شیریں بنا دیا
لذّت نہ پوچھیے "کرمِ گاہ گاہ" کی

پینے کو تھا کہ ساغرِ مے سے دھواں اُٹھا
توبہ جو کی تو قُلقُلِ مینا نے آہ کی

اب اور اُن کی زلفِ پریشاں کو کیا کہوں
تصویر جانیے مرے حالِ تباہ کی

ایسا نہ ہو کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں
پُرسش نہ کیجیے دلِ حسرت پناہ کی

ہر ذرہ جس کا روکشِ صد آفتاب ہے
منصور تم دلیل ہو اُس شاہراہ کی

خموشی غازۂ حسنِ بیاں معلوم ہوتی ہے

بغیر اس کے ہر اک شے رائیگاں معلوم ہوتی ہے
محبت خلق کی روحِ رواں معلوم ہوتی ہے

مرے ہمراز جب تم پاس ہوتے ہو تو یہ دنیا
وفورِ رنج میں بھی شادماں معلوم ہوتی ہے

سنبھال اب زندگی کے دینے والے زندگی اپنی
مجھے ہر سانس اک بارِ گراں معلوم ہوتی ہے

مری مایوسیوں کا اب وہ عالم ہے کہ مت پوچھو
نگاہِ لطف بھی نوکِ سناں معلوم ہوتی ہے

بسا اوقات جب اہلِ سخن خاموش ہوتے ہیں
خموشی غازۂ حسنِ بیاں معلوم ہوتی ہے

یہ شمس و قمر پیدا کریں اہلِ زمیں ورنہ
زمیں یوں تو رہینِ آسماں معلوم ہوتی ہے

خرد اب کونسی منزل میں ہے اہلِ خرد جانیں
ہمیں ہر چشمِ بینا خونچکاں معلوم ہوتی ہے

بنامِ حق پرستی ہو کسی کی بات بھی لیکن
ہمیں منصور ہی کی داستاں معلوم ہوتی ہے

تو نے آخر کیا سمجھ رکھا ہے دیوانے مجھے

بار بار آتا ہے اے ناصح جو سمجھانے مجھے
تو نے آخر کیا سمجھ رکھا ہے دیوانے مجھے

آدمیت جن کو اشکوں کے اُجالے میں پڑھے
زمزم و گنگا پہ لکھنے ہیں وہ افسانے مجھے

کس جگہ چھوڑا ہے لاکر گردشِ ایام نے
آج کیوں اپنے نظر آتے ہیں بیگانے مجھے

کر گئے مجبور آخر حق نوائی کے لیے
روح بھی جن میں حقیقت کی وہ افسانے مجھے

دار پر ہنستے ہوئے آکر کہا منصور نے
اب بھی ہو جس میں صلاحیت وہ پہچانے مجھے

گیت

ہم دیکھیں گے

ہم دیکھیں گے پیار کے دامن میں کتنے غم باقی ہیں
تم پر کوئی آنچ نہ آجائے جب تک ہم باقی ہیں
کتنے ہی اب تک آنکھوں نے گنگ و جمن بہا ڈالے
کتنے ہی جانیں آنکھوں میں کوثر و زمزم باقی ہیں
کب تک پھولوں کو ہنسنا ہے شبنم کے آنسو پی کر
اور بہاروں کے کیا جانیں کتنے موسم باقی ہیں
دل تجھ کو معلوم ہے تو نے کتنے ارماں پالے تھے
کتنی اُمیدیں ٹوٹ چکی ہیں کتنے ماتم باقی ہیں
کر بھی دیا اظہارِ حقیقت تو نے اگر منصور تو کیا
رہِ طلب میں قدم قدم پر اور بہت خم باقی ہیں

پا گئے رازِ حیاتِ جاوداں ہم

دار نے منصور کو مارا نہیں ہے

طوفان کو ساحل کا پتہ مل جائے
گمراہ کو منزل کا پتہ مل جائے
ہو جائے گی پھر خرد کی مشکل آساں
اک بار اسے دل کا پتہ مل جائے

خدا جانے

جہانِ عشق کا دستور کیسا ہے خدا جانے
نہ اپنے ہی یہاں اپنے نہ بیگانے ہی بیگانے

وہ کانٹے ہیں جو چبھتے ہیں یہ غنچے ہیں مہکتے ہیں
جو آڑے وقت کام آئیں تو وہ اپنے یہ بیگانے

شعورِ زندگی ہم سے ملا ہے ہوش والوں کو
سمجھتے ہوں تو وہ سمجھا کریں اب ہم کو دیوانے

جو توبہ میں نے کی ساقی اجڑ جائے گا میخانہ
دھرے رہ جائیں گے سب جام و مینا اور پیمانے

خرد نے دیر و کعبہ میں ہمیں بھٹکا دیا ہوتا
جنوں کی رہنمائی سے اگر ملتے نہ میخانے

میسر کاش پھر آتے تری محفل کے وہ لمحے
وہ لمحے جن سے وابستہ ہیں میرے دل کے افسانے

اسی کو دوسروں کے درد کا احساس کہتے ہیں
کہ سوزِ شمع میں جلنے چلے آتے ہیں پروانے

کمالِ بیخودی میں وہ جمالِ آگہی دیکھا
کبھی خود کو خدا سمجھے کبھی خود کو نہ پہچانے

یہ رازِ عشق ہے منصور دنیا خاک سمجھے گی
کہ کیوں روتی ہے شمعِ بزم کیوں جلتے ہیں پروانے

کوئی چارہ نہیں ہے

درد مجھ کو جان سے پیارا نہیں ہے
ہاں مگر اس کا کوئی چارا نہیں ہے
اے نگاہو شاخِ گُل پر خار بھی ہیں
صرف گُل، معراجِ نظّارا نہیں ہے
کون ہے جس کو سکونِ دل ملا ہے
کون ہے جس کا جگر پارا نہیں ہے
کون ہے جس کو نہیں پیاری مسرّت
غم کسی کی آنکھ کا تارا نہیں ہے
دل کی وسعت رُوح کی عظمت کو دیکھو
طائرِ تخیئل آوارا نہیں ہے
چارہ گر اور ناشناسِ چارہ سازی
اس سے بڑھ کر کوئی بیچارہ نہیں ہے
پا گئے رازِ حیاتِ جاوداں ہم
دار نے منصوؔر کو مارا نہیں ہے

اے جنوں انتہا کر رہا ہے

کوئی بے وجہ مجھ سے خفا ہے
یہ محبت نہیں ہے تو کیا ہے

میں کسی کا بھی دشمن نہیں ہوں
دوستوں کی شکایت بجا ہے

کس نے ٹھانی ہے دل توڑنے کی
کون کعبے کو ڈھانے چلا ہے

بارہا آنکھیں ہنستی رہی ہیں
دل اکیلے کو رونا پڑا ہے

عقل کب تک چھپائے گی اُس کو
جس حقیقت کو دل جانتا ہے

زندگی ناز اٹھائے گی میرے
مدّعا میرا بے مدّعا ہے

آرزو ہے نہ اب کوئی ارماں
اے جنوں انتہا کر رہا ہے

میں تلاطم پہ ہنستا رہا ہوں
اب تلاطم مجھے رو رہا ہے

آج منصور سُولی پہ کیونکر؟
کیا کوئی راز پھر کُھل گیا ہے؟

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

پہلی بار: نومبر ۱۹۶۷ء

قیمت: تین روپے

ناشر

نیشنل اکاڈمی، ۹ انصاری مارکیٹ، دریا گنج دہلی ۶

(یونین پرنٹنگ پریس، دہلی)

ساقیا زہر ہی پلادے

دل نظر سے جسے گرا دے اُس کا نام و نشاں مٹا دے
اے مجھے یاد کرنے والے ہو سکے تو مجھے بھُلا دے
اُف رے ناکامیٔ تمنّا آہ مایوس کُن ارادے
شمعِ اُمیّد بجھ رہی ہے تُو ذرا پھر سے مُسکرا دے
مے اگر ختم ہو گئی ہے ساقیا زہر ہی پلا دے
عقل کب سے بھٹک رہی ہے اے جنوں راستہ بتا دے
آہِ مظلوم کی نہ پوچھو پایۂ عرش کو ہلا دے
کتنی باہوش ہے وہ مستی تیری منزل کا جو پتا دے

بات منصور حق کہے گا
کوئی سُولی پہ ہی چڑھا دے

حاصل بھی تو کیا ہے

منصور اگر ٹوٹ گیا دل بھی تو کیا ہے
اور اس کے سوا عشق کا حاصل بھی تو کیا ہے

اب چل دیے طوفاں سے اُلجھنے کے لیے ہم
اب لاکھ پکارے ہمیں ساحل بھی تو کیا ہے

تم خود کو تو آوارہ نگاہی سے بچالو
میں پھرتا ہوں آوارہ منزل بھی تو کیا ہے

کل تک تو تری بزم کی زینت تھی ہمیں سے
ہم آج نہیں بزم میں شامل بھی تو کیا ہے

منصور کیے جائیے اعلانِ حقیقت
دنیا اسے کہتی رہے باطل بھی تو کیا ہے

سونیٹ

شہیدِ خواب

میں سمجھتا تھا میری ہستی میں
کوئی اک دن ضرور آئے گا
نور کے قمقمے جلائے گا
تیرہ و تار دل کی بستی میں

سوچتا تھا کہ جب وہ آئے گا
میرے قدموں میں کہکشاں ہوگی
چاند بھی کیا نظر ملائے گا
اس میں وہ روشنی کہاں ہوگی

اُف میں دامِ توہمات میں تھا
آج سر اپنا دُھن رہا ہوں میں
ہاتھ میرا قضا کے ہاتھ میں تھا
اب یہ آواز سُن رہا ہوں میں

موت کہتی ہے اے خراب دماغ
قبرِ تنگ پہ نہ ہوگا تیری چراغ

منصورؔ معترف ہی اگر تھا قصور کا

جب دار پر چڑھا یا تو چُپ کیوں نہیں رہا؟

دنیائے شرافت کا بھرم ہم سے ہے
اخلاص و محبّت کا بھرم ہم سے ہے
یہ لرزہ گرفتار ستارے ہیں گواہ
انسان کی عظمت کا بھرم ہم سے ہے

کیا ہوتا ہے؟

حاصلِ عمرِ ریاضت سے سوا ہوتا ہے
ایک سجدہ جو تہِ دل سے ادا ہوتا ہے
چاندنی رات کا وہ کیف بھی کیا ہوتا ہے
جب کہیں، دُور کوئی نغمہ سرا ہوتا ہے
کفر ہوتا ہے کسی بُت کے مقابل سجدہ
ہاں مگر اہلِ محبّت کو روا ہوتا ہے
شوقِ تکمیلِ تمنّا کا محرّک لمحہ
کتنی رنگین بہاروں کا خدا ہوتا ہے
زہرِ غم تلخیٔ حالات اُمیدوں کا لہو
دلِ مایُوس میں کیا کیا نہ بھرا ہوتا ہے
زندگی صرف محبّت ہی نہیں ہے اے دوست
اُن کے بے مہر نہ ہونے سے بھی کیا ہوتا ہے
آپ منصور کو سُولی پہ چڑھا دیں لیکن
زعمِ باطل ہے، کہیں حق بھی فنا ہوتا ہے

خوں نہیں رہا

گنگ و جمن نہیں ہیں کہ جیحوں نہیں رہا
پانی کی کیا کمی ہے مگر خوں نہیں رہا

جوشِ جنوں میں عقل کی حد سے گزر گئے
اب امتیازِ لیلیٰ و مجنوں نہیں رہا

چرخِ کبود آج مری رہ گزر میں ہے
انجم کدے میں اب کوئی افسوں نہیں رہا

حاصل ہوا ہے جب سے شعورِ نشاطِ غم
دل شکوہ سنجِ گردشِ گردوں نہیں رہا

رہنے کو دل میں خوفِ قضا بھی رہا تو ہے
لیکن غمِ حیات سے افزوں نہیں رہا

آزادیٔ ضمیر کے پرتو پہ ہے نظر
اب دل اسیرِ گیسوئے شب گوں نہیں رہا

منصور معترف ہی اگر تھا قصور کا
جب دار پر چڑھا یا تو چپ کیوں نہیں رہا

بھلا نہ سکے

وہ بحرِ زیست کی گہرائیوں کو پا نہ سکے
جو موجِ غم کے تھپیڑوں کی تاب لا نہ سکے

صد آفریں تجھے اے ہم کو بھولنے والے
ہزار چاہا مگر ہم تجھے بھلا نہ سکے

وہ درد اپنے جگر میں دبائے بیٹھا ہوں
جو کائنات کے سینے میں بھی سما نہ سکے

ہمیں سے جشنِ چراغاں کی داغ بیل پڑی
چراغ اپنی خوشی کا ہمیں جلا نہ سکے

وہ عندلیب قفس میں رہے تو بہتر ہے
جو گلستاں میں بہاروں کے گیت گا نہ سکے

اب اس طرح کا مجھے آشیاں بنانا ہے
کہ جس کو برقِ تپاں پھر کبھی جلا نہ سکے

وہ آدمی بھی کوئی آدمی ہے اے منصور
دفورِ رنج و الم میں جو مسکرا نہ سکے

ھندی گیت

تم مت آنا ابھی کہ دُور سویرا ہے

تم مت آنا ابھی کہ دُور سویرا ہے
جیون کی راہوں میں گھور اندھیرا ہے
تم مت آنا ابھی کہ دُور سویرا ہے

تڑپ رہی ہیں ابھی ہردے[1] میں آشائیں
مچل رہی ہیں لاکھوں پران پیاسائیں[2]
چنتائیں جو اب ہیں وہی نہیں تھوڑی
تم آئے تو اور بڑھیں گی چنتائیں
پگ پگ پہ آشنکاؤں[3] کا ڈیرا ہے
تم مت آنا ابھی کہ دُور سویرا ہے

ابھی کہاں ممتا نے تھکن اُتاری ہے
ابھی تلک سانسوں کی مانگ کنواری ہے
سینے میں لاکھوں ارمان سُلگتے ہیں
ابھی سانس لینا پرانوں پر بھاری ہے
پنتھ کا کن کن ٹھنگ[4] ہے موڑ لٹیرا ہے
تم مت آنا ابھی کہ دُور سویرا ہے

ابھی واسنا[5] سے دنیا کا ناتا ہے
کلیوں کا رس پی بھنورا مدماتا[6] ہے
ابھی اوس کے آنسو کس نے دیکھے ہیں
پھولوں سے ہر کوئی پیار جتاتا ہے
جدھر دیکھتا ہوں شوشن[7] کا گھیرا ہے
تم مت آنا ابھی کہ دُور سویرا ہے

ابھی نہ آنا ابھی مرگھٹ[8] پیاسی ہے
ماٹی کے کن کن پر ابھی اُداسی ہے
ترس رہی ہے نئی پود ہریالی کو
ابھی یہاں وسنتی[9] پون پہ واہنی[10] ہے
من کے اُپ ون[11] میں پت جھڑ کا ڈیرا ہے
تم مت آنا ابھی کہ دُور سویرا ہے

---

(۱) دل (۲) رُوحانی تشنگی (۳) خدشات (۴) ذرہ ذرہ (۵) ہوس (۶) بدست (۷) جبر و تشدد (۸) ریگزار (۹) بادِ بہار (۱۰) غریب الوطن (۱۱) باغ۔

آؤ منصورِ غمِ عشق سے پوچھیں تو سہی
دار تک آئے ترے چاہنے والے کتنے ؟

ترتیب

انتساب	۹
تعارف — ادیب الملک حضرت سالک عزیزی	۱۱
پانچ غزلیں	
کب آؤ گے؟	۲۱
بُرا کوئی نہیں ہے آدمی سے	۲۲
قُلقُلِ مینا نے آہ کی	۲۳
خموشی غازۂ حسنِ بیاں معلوم ہوتی ہے	۲۴
تو نے آخر کیا سمجھ رکھا ہے دیوانے مجھے	۲۵
ہم دیکھیں گے	۲۶
گیت	
پانچ غزلیں	
خدا جانے!	۲۹
کوئی چارہ نہیں ہے	۳۰
اے جنوں انتہا کر رہا ہے	۳۱
ساقیا زہر ہی پلا دے	۳۲
حاصل بھی تو کیا ہے؟	۳۳
شہیدِ خواب	۳۴
سونیٹ	
پانچ غزلیں	
کیا ہوتا ہے؟	۳۷
خوں نہیں رہا	۳۸
بُھلا نہ سکے	۳۹

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

پیغامبرِ مہر و وفا کس کو کہیں
تزئین دہِ صدق و صفا کس کو کہیں
جب آج کا انسان ہے ننگِ فطرت
آئینۂ فطرت کی جلا کس کو کہیں

دل میں ہیں چھالے کتنے؟

تشنگی گِن تو سہی دل میں ہیں چھالے کتنے؟
آ کے ٹوٹے ہیں لبوں تک مرے پیالے کتنے؟

اے جنوں دل کے سفینوں کو تو دیکھا ہوتا
ہو گئے شورشِ طوفاں کے حوالے کتنے؟

پھیلتے جاتے ہیں پرکارِ ہوس کے بازو
زلفِ گیتی کے کوئی پیچ نکالے کتنے؟

فرق آیا نہ مری شانِ کلیمی میں کبھی
سامریِ وقت نے پھندے کبھی ڈالے کتنے؟

خون ہوتا ہی رہا دل میں تمناؤں کا
حادثے اُن کے تبسم نے بھی ٹالے کتنے؟

جو زبانوں پہ لگائے تھے خزاں نے اے دوست
کھل گئے موسمِ گل میں بھی وہ تالے کتنے؟

آؤ منصور غمِ عشق سے پوچھیں تو سہی
دار تک آئے ترے چاہنے والے کتنے؟

نشے میں ہوں

دل میں خلوص ہو تو ملو میں نشے میں ہوں ‏ ورنہ تو مجھ سے دور رہو میں نشے میں ہوں

تر دامنی پہ میری ہنسو میں نشے میں ہوں ‏ کلیو! چٹک کے پھول بنو میں نشے میں ہوں

میں بھی سنبھل کے بات کروں گا مگر سنو ‏ تم بھی ادب سے بات کرو میں نشے میں ہوں

دنیائے عقل و ہوش کو ٹھکرا نہ دوں کہیں ‏ اے ہوش کے پیامبرو میں نشے میں ہوں

پھر مست بادلوں کی طرح جھوم کر چلو ‏ پھر ایک بار مجھ سے کہو میں نشے میں ہوں

دنیا پہ کھل نہ جائے کہیں رازِ بیخودی ‏ کچھ تم بھی لڑکھڑا کے چلو میں نشے میں ہوں

پینے کے بعد راہ سے ہٹتے نہیں کبھی ‏ اے فتنہ ساز راہبرو میں نشے میں ہوں

ہاں اب نگاہ روح کی رعنائیوں پہ ہے ‏ تم سازِ دل پہ گاتے رہو میں نشے میں ہوں

جب ہوش میں تھا بیتا رہا خونِ اعتبار ‏ اب تم مجھے فریب نہ دو میں نشے میں ہوں

پانی پلا رہے ہو بجائے شراب کیوں؟ ‏ کچھ تو خدا کا خوف کرو میں نشے میں ہوں

کیا جرمِ میکشی کی سزا گیر و دار ہے
منصور تم ضرور کہو میں نشے میں ہوں

کچھ بھی نہیں

خرد جنوں کی نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ سازِ سوز بداماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نوازشِ غمِ جاناں نہیں تو کچھ بھی نہیں
حیاتِ عشق کا ساماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جو وقفِ لالۂ و گل ہو گئی، نظر کیا ہے
نظر نظر میں گلستاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

پیامِ فکر و نظر لاکھ معتبر ہی سہی
باعتبارِ دل و جاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ لالہ زار یہ گُل پوش وادیاں یہ شفق
جو پاسِ خونِ شہیداں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نگاہِ ناز کا احسان تو نہ ہو لیکن
نگاہِ ناز کا احساں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ترا جنوں تری وحشت پسندیاں منصور
فروغِ دارِ بہ خنداں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کسی کو خبر نہیں

کیا ہے شبِ فراق اگر مختصر نہیں
ایسی تو شب نہیں کوئی جس کی سحر نہیں

راہِ فرار عقل نے ڈھونڈھی مگر نہیں
آئی صدائے ضمیر کہ شاید مفر نہیں

اے دوست میری آہِ سحر بے اثر نہیں
چاہوں اگر تو حشر بپا ہو مگر نہیں

اے برقِ طور میں بھی مخاطب ہوں تجھ سے آج
دیکھوں مجھے بھی ہے کہ شعورِ نظر نہیں

دُنیا فقط تبسّم گُل دیکھتی رہی
شبنم کے آنسوؤں کی کسی کو خبر نہیں

اہلِ جنوں نوائے سلاسل میں مست ہیں
حاجت نہیں ہے سازِ دگر کی اگر نہیں

ہاں ساتھ کچھ ضرور نباہے گی آہِ سرد
لیکن ترا علاج نوائے چشمِ تر نہیں

شاید کسی نگاہ نے دیکھا نہیں تمھیں
شاید کوئی نگاہ ابھی معتبر نہیں

طے کر چکا ہوں منزلِ اسرار و آگہی
منصورؔ اب کہاں ہوں مجھے بھی خبر نہیں

خلوصِ دل کو پایا ہے متاعِ بندگی میں نے

یہ اب محسوس کرتا ہوں کہ کیسی بھول کی میں نے
کسی سے دل لگانے کو جو سمجھا دل لگی میں نے

اگر گرتی بھی کل بجلی گلستاں پر تو کیوں گرتی
تصور تو نشیمن کا کیا تھا آج ہی میں نے

جو نظروں سے حجابِ دیر و کعبہ اُٹھ گیا ہوتا
کبھی کا پا لیا ہوتا مقامِ آگہی میں نے

بہت آگے نکل کر حدِ تسبیح و ریاضت سے
خلوصِ دل کو پایا ہے متاعِ بندگی میں نے

مسیحائی کو اے منصور وہ پہنچے تو کب پہنچے
اُنھیں تکتے ہوئے جب آخری اک آہ کی میں نے

قطعات

دو زہر ہلاہل بھی تو پی سکتا ہوں — جینا مجھے آتا ہے میں جی سکتا ہوں
سینے کو مرے زخموں سے چھلنی کر دو — ہنستے ہوئے ہر زخم کو سی سکتا ہوں

تیری محفل ملے ملے نہ ملے — ایک منزل ملے ملے نہ ملے
کی ہے طوفاں نے پرورش میری — مجھ کو ساحل ملے ملے نہ ملے

جہانِ فکر میں کچھ دن گزارنے کے لیے — تمہاری زلفوں کا سایہ ہی کچھ ضرور نہیں
مجھے یہ تلخیٔ حالات نے سکھایا ہے — یہ سوچنے میں ذرا بھی مرا قصور نہیں

کچھ تو دل کی لگی بجھانے دو — اشکِ خوں آنکھ سے بہانے دو
اب نہ ابھرو مرے خیالوں میں — تم مجھے غم میں ڈوب جانے دو

ہر خوشی کو شکست دینی ہے — ہر الم کا جواب ہونا ہے
زندگی کو سنوارنے کے لیے — دل کو کتنا خراب ہونا ہے

تم نے مرے جذبات کو کب سمجھا ہے
نغموں کے تموّج سے بہلنے والو
تم نے مرے ارمان کہاں دیکھے ہیں
تم نے ابھی طوفان کہاں دیکھے ہیں

لوگ ہر سانس پہ پہرہ تو بٹھا سکتے ہیں
یہ مرے درد کی توہین تو کر سکتے ہیں
میرے جینے کا سہارا تو نہیں بن سکتے
یہ مرے درد کا چارا تو نہیں بن سکتے

کوئی تو یہاں آدمی بن کے جیتا
کوئی دل تو سوزِ محبّت میں جلتا
کسی میں تو مہر و وفا دیکھ لیتے
کسی کو تو درد آشنا دیکھ لیتے

وہ سمجھے جسے دل دیا ہو خدا نے
یہ کیوں رات بھر گُل کے صدقے میں شبنم
وہ سوچے نوازا ہو جس کو وفا نے
لٹاتی رہی آنسوؤں کے خزانے

سناؤں میں کب تک، کہاں تک سنو گے
بُجھاتی رہیں آندھیاں دل کے دیپک
ہیں لمبے بہت زندگی کے فسانے
جلاتی رہیں بجلیاں آشیانے

میں دل سے تجھے دور نہیں کر سکتا
گم کردۂ ایماں تو میں ہو سکتا ہوں
حالانکہ ترے پاس نہیں ہوں اے دوست
غارت گرِ احساس نہیں ہوں اے دوست

حالات سے مجبور تو ہو سکتا ہوں
حالات پہ مغرور نہیں ہو سکتا
میں خاکِ دلِ طور تو بن سکتا ہوں
میں برقِ سرِ طور نہیں ہو سکتا

دیکھ لیتے جو مہرباں تجھ کو
زخمِ دل مسکرا دیئے ہوتے
اے تری بے توجہی کے نثار
ہم نے آنسو بہا دیئے ہوتے

بکھرے بکھرے سے یہ جذبات خدا خیر کرے
الجھے الجھے یہ خیالات خدا خیر کرے
وحشت انگیز یہ حالات عیاذاً باللہ
دہشت آمیز یہ خدشات خدا خیر کرے

کیوں زمانے میں برہمی نہ رہے
آدمی ہی جب آدمی نہ رہے
غم نصیبوں پہ ظلم ڈھاتے ہو؟
ڈھاؤ ڈھاؤ کوئی کمی نہ رہے

کیا تعجب ہے جو پڑ جائیں سمجھ پر پتھر
کیا نئی بات ہے تدبیر کا الٹا ہونا
ہوش والو کہیں تمہیدِ قیامت تو نہیں
امن کے نام پہ ایٹم کا دھماکا ہونا

بزمِ ہستی میں ہماری بھی تھی ہستی ایک دن
ہم نے بھی دیکھا تھا خوابِ عیش و مستی ایک دن
اس حقیقت سے سراسر تھا ہمیں بھی انحراف
ہر بلندی کے نصیبے میں ہی پستی ایک دن"

آؤ پیغام خجالت دیں ۴۰
گر عشق نہ ہوتا بخدا کچھ نہیں ہوتا ۴۱
ہندی گیت
تم مت آنا ابھی کہ دور سویرا ہے ۴۲

پانچ غزلیں
دل میں ہیں چھالے کتنے؟ ۴۵
نشے میں ہوں ۴۶
کچھ بھی نہیں ۴۷
کسی کو خبر نہیں ۴۸
خلوصِ دل کو پایا ہے متاعِ بندگی میں نے ۴۹

قطعات
مختلف النوع قطعات ۵۰

پانچ غزلیں
چاک دل چاک گریباں نہ ہوئے تھے سو ہوئے ۵۴
کہاں رہے؟ ۵۷
دن ڈھلتے ڈھلتے ڈھلتے ہیں ۵۸
صبحِ وطن دیکھ رہا ہوں ۵۹
شکست دل کے افسانے ۶۰

گیت
رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا ۶۱

پانچ غزلیں
خواب پریشاں کی حکایت ۶۲
اے دل تجھے بھی چین آ سکتا نہیں ۶۵
یہ کس کا ماتم ہے؟ ۶۶
فردوسِ نظر معلوم ہوتی ہے ۶۷

شکستِ جام و مینا دیکھتا ہوں
مرے ساقی میں یہ کیا دیکھتا ہوں
کوئی تشنہ لبی سے جاں بلب ہے
کسی کو مے میں ڈوبا دیکھتا ہوں

گلستاں میں بہار آئی کہاں ہے ؟
نسیمِ مشکبار آئی کہاں ہے ؟
وہ آزادی کہ جس کے منتظر تھے
وہ جانِ انتظار آئی کہاں ہے ؟

نہ اتراؤ بہارِ گلستاں پر
یہ قصہ ختم ہونا ہے خزاں پر
مجھے دار و رسن منظور لیکن
نہیں تالے لگا سکتا زباں پر

میں دنیا کی بات نہیں کرتا
پھر بھی ایک زمانا دیکھا ہے
شبنم کی حالت پہ رویا ہوں
کلیوں کا مرجھانا دیکھا ہے

من کی باتیں بڑی اٹ پٹی ہیں
پر من کو بہلانا ہوتا ہے
سپنا سچے نہیں ہوتا پھر بھی
سپنا بہت سہانا ہوتا ہے

تمناؤں کا خوں پیتا رہا ہوں
امیدوں کا کفن سیتا رہا ہوں
جلا کر دل میں ارمانوں کی ہولی
دہکتی آگ میں جیتا رہا ہوں

چاک دل، چاکِ گریباں نہ ہوئے تھے سو ہوئے

چاک دل، چاکِ گریباں نہ ہوئے تھے سو ہوئے
وحشتِ عشق کے ساماں نہ ہوئے تھے سو ہوئے
غم بہارِ شبِ ہجراں نہ ہوئے تھے سو ہوئے
داغِ دل وقفِ چراغاں نہ ہوئے تھے سو ہوئے

ہم نے رکھّا تری معصوم نگاہی کا بھرم
ہم گناہوں پہ پشیماں نہ ہوئے تھے سو ہوئے

بن گئے زینتِ دامانِ عروسِ فطرت
اشکِ خوں حاصلِ ایماں نہ ہوئے تھے سو ہوئے

ہم نے احباب کے احساں نہ لیے تھے سو لیے
زندگی تجھ سے پشیماں نہ ہوئے تھے سو ہوئے

تیرے مغموم تبسّم کی قسم ہے اے دوست
میرے جذبات غزلخواں نہ ہوئے تھے سو ہوئے

راز کی بات بیاں کردی ناآخر منصور
لے تری موت کے ساماں نہ ہوئے تھے سو ہوئے

شاید کہیں منصور کی تقلید ہوئی ہے
سرگرم ہیں پھر دار و رسن دیکھ رہا ہوں

ہر زخم کو ہنستے ہوئے سہہ جائے گا
دُشنام پہ مُسکرا کے رہ جائے گا
منصور کو سولی پہ چڑھانے والو
حق بات تو سولی پہ بھی کہہ جائے گا

کہاں رہے؟

مقصد یہ تھا کہ دل میں کوئی میہماں رہے
اپنی خوشی یہ ہے کہ غمِ دیگراں رہے

اذنِ کلام اتنا تو اے باغباں رہے
کہتا رہوں بہارِ چمن جاوداں رہے

ہنگامِ دید، دید کے ارماں کہاں رہے
بنکر حجاب اُن کے مرے درمیاں رہے

ہر وقت برق و رعد کا خطرہ جہاں رہے
کیا خاک اس چمن میں کوئی آشیاں رہے

خوں میرا دے چکا ہے شہادت برنگِ گل
اب کیوں چمن میں مجھ سے کوئی بدگماں رہے

چارہ گری نہ آئے تو کیا، چارہ گر تو ہیں
اے دل خیالِ خاطرِ بے چارگاں رہے

اک وہ کہ دوستوں کو بھی راحت نہ دے سکے
اک ہم کہ جو غریقِ غمِ دیگراں رہے

ترتیب دے رہا ہوں جنوں کی حکایتیں
اے جذبِ شوق حوصلۂ دل جواں رہے

منصور اب وہ خود کو خدا کہہ بھی دے تو کیا
جس کی نظر میں کیفیتِ لامکاں رہے

دن ڈھلتے ڈھلتے ڈھلتے ہیں

ان سانسوں کو جیون کون کہے جن سانسوں میں شعلے پلتے ہیں
سینے میں سلگتی ہیں پیاسیں ارمان بھرے دل جلتے ہیں

یہ کیسا نشہ ہے سرمایہ انساں کا لہو کیوں پیتا ہے
محنت کے گلے پر کیوں آخر افلاس کے آرے چلتے ہیں

سپنوں کی دمکتی راہوں پر تم میری طرح مت آجانا
پگ پگ پہ یہاں ٹھگ بیٹھے ہیں سو بھیس بدل کر چھلتے ہیں

مرجھائے ہوئے ارمانوں کی ہر روز چتا جل جاتی ہے
کچھ تازہ تمنائیں لے کر ہر روز نئے غم پلتے ہیں

اک میری صبا رفتاری سے رفتار زمانہ کیوں بدلے
شب کٹتے کٹتے کٹتی ہے دن ڈھلتے ڈھلتے ہیں

آہوں کے سلگتے انگارے پیغامِ سحر دے جاتے ہیں
شب کو تارے بن جاتے ہیں وہ اشک جو دن کو ڈھلتے ہیں

اس آہ و فغاں سے کیا ہوگا منصور تجھے کچھ دھیان بھی ہے
سولی کی سزا ہے ان کے لیے اس طرح جو راز اگلتے ہیں

صبحِ وطن دیکھ رہا ہوں

ہر پیکرِ محنت کی تھکن دیکھ رہا ہوں
کیا چاند سے چہروں پہ گہن دیکھ رہا ہوں

ہر آبلۂ دستِ مشقت پہ نظر ہے
ہیں کتنے حسیں لعلِ یمن دیکھ رہا ہوں

کانٹے بھی تو ہیں راہ میں اُن کو بھی تو دیکھو
ہاں تجھ کو بھی اے جانِ چمن دیکھ رہا ہوں

اب چاک ہوا ظلمتِ دوراں ترا دامن
ہے وجد میں خورشیدِ سخن دیکھ رہا ہوں

شاید کوئی اب ظلم گوارا نہ کرے دل
احساس کے ماتھے پہ شکن دیکھ رہا ہوں

اے جانِ غزل گیسوئے خمدار میں تیرے
فنکاری مشاطۂ فن دیکھ رہا ہوں

اے شامِ غریباں تری شعلہ نفسی میں
مستور ہے اک صبحِ وطن دیکھ رہا ہوں

انسان ہیں تم بھی تو انھیں غور سے دیکھو
کچھ خون میں لتھڑے سے بدن دیکھ رہا ہوں

شاید کہیں منصور کی تقلید ہوئی ہے
سرگرم ہیں پھر دار و رسن دیکھ رہا ہوں

شکستِ دل کے افسانے

سُنا اے دل بہرِ محفل شکستِ دل کے افسانے
جنوں کے، عشق کے، ہر سعیٔ لاحاصل کے افسانے

عجب کیا ہے غبارِ قیس میں پھر جان آ جائے
نئے انداز سے لکھوں اگر محمل کے افسانے

میسر کاش پھر آتے تری محفل کے وہ لمحے
وہ لمحے جن سے وابستہ ہیں میرے دل کے افسانے

جلا کر شمعِ ماضی حال کی تاریکیٔ شب میں
مُرتب کر رہا ہوں صبحِ مستقبل کے افسانے

قیامت میں قیامت کا وہ عالم دیدنی ہو گا
جب اہلِ دل سنائیں گے شکستِ دل کے افسانے

بھلا منصور دورِ انتہائے عقل و دانش میں
سُنائے گا کسے تو ابتدائے دل کے افسانے

گیت

رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا

رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا
درد بڑھتا گیا دل مچلتا رہا

پھول کا اک تبسم خوشی تو نہیں
خواب بھر خواب ہے زندگی تو نہیں
غم فریبوں کے سائے میں پلتا رہا
رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا

سانس آتی رہی آہ بنتی گئی
دم گزرتا رہا عمر گھٹتی رہی
حسرتوں کا جنازہ نکلتا رہا
رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا

جن سے ملنا تھا ملنے نہ پائے کبھی
پھول اُمیدوں کے کھلنے نہ پائے کبھی
جان جلتی رہی جسم گلتا رہا
رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا

درد بڑھتا گیا دل مچلتا رہا
رات ہنستی رہی دیپ جلتا رہا

خوابِ پریشاں کی حکایت

اے قلب حزیں حسرتِ ارماں کی حکایت
کیا سمجھے کوئی خوابِ پریشاں کی حکایت

میں بھول گیا کیا غمِ جاناں کی حکایت
بیٹھا ہوں لئے گردشِ دوراں کی حکایت

سو بار کہیں نوکِ مژہ خوں میں جو ڈوبے
تب جا کے رقم ہو غمِ ہجراں کی حکایت

پتھر کا بھی دل سُن کے پگھل سکتا ہے لیکن
اب کوئی نہ کہے سوزشِ پنہاں کی حکایت

پھر ذہن پہ اک تیرہ شبی چھائی ہوئی ہے
پھر ہو گی رقم چشمِ فروزاں کی حکایت

پھر اوج پہ ہے شہرِ نگاراں کی تجلّی
دہرائے جنوں دشتِ بیاباں کی حکایت

اب خاک میں ملتا ہے فروغِ مہ و انجم
ہم چھیڑ رہے ہیں رُخِ تاباں کی حکایت

ہو صاحبِ ایماں تو ذرا ہوش میں رہنا
رنگیں ہی بہت دامنِ عصیاں کی حکایت

دشوار تھا منصور حقیقت کو چھپانا
گویا دبی تھی ہم کو رگِ جاں کی حکایت

تم کیا بدل گئے مری دنیا بدل گئی ۶۸

ہندی نظم

ڈگ ننتھن ۶۹

پانچ غزلیں

تری اک نظر تلاطم تری اک نظر کنارا ۷۰

آخرش تم سے پیار کرتے ہیں ۷۳

مجھ کو آتے ہیں وہ گزرے ہوئے دن یاد اب تک ۷۴

پاؤں میں زنجیر ہے ۷۵

اُن کی یاد آئی ہے ۷۶

سونیٹ

دعوت ۷۷

پانچ غزلیں

پردے اُٹھائے جاتے ہیں ۸۳

وہ آرہے ہیں ۸۴

آنسو بہانے سے ۸۵

نہ فصلِ گل ہے نہ ہے موسم بہار ابھی ۸۶

بڑھ گئے سائے گھٹ گئے انساں ۸۷

ہندی گیت

ہیں نے بھولے پن کے ہاتھوں پیار کا راہی ہو کر ۸۸

پانچ غزلیں

جو ہوش میں نہیں ہے وہی ہوشیار ہے ۹۱

بدل گیا زمانہ ۹۲

صحرائے جنوں کی شام نہیں ۹۳

اُول جلول ۹۴

وہ ارماں نہیں رہے ۹۵

سُنا ہے منصبِ منصور اب بھی خالی ہے

بہ اوجِ دار چلا آئے جس میں دم خم ہے

دنیا کی نہ پرواہ ہمیں اور نہ چاہ

ہیں فرش پہ اور عرش پہ رکھتے ہیں نگاہ

ہو شیر کے دل میں اور خوفِ روباہ

لا حولِ ولا قوّۃ الاّ باللہ

اے دل تجھے بھی چین آسکتا نہیں

وہ خلوصِ زندگی کا راز پا سکتا نہیں
سختیٔ راہِ محبت جو اٹھا سکتا نہیں

ان کی چشمِ ناز کی دیکھی ہیں میں نے گردشیں
میں فریبِ گردشِ ایام کھا سکتا نہیں

رنگِ گل میں کچھ ہمارے خوں کی آمیزش بھی ہے
اشکِ شبنم ہی تو اتنا رنگ لا سکتا نہیں

اس قدر پی ہے کسی کی مست نظروں سے کہ بس
اب مجھے تو زندگی بھر ہوش آسکتا نہیں

دل کی باتیں دل بتا سکتا ہے اس سے پوچھئے
اور بقیدِ ہوش تو دل بھی بتا سکتا نہیں

تیرے ہاتھوں زندگی برباد ہو کر رہ گئی
اس لیے اے دل تجھے بھی چین آسکتا نہیں

کیا غضب ہے آدمی ہو نام ہی کا آدمی
آدمی کیا آدمی کے کام آسکتا نہیں

اب جہانِ عشق میں منصور کی شہرت ہے عام
اب کوئی نام و نشاں اس کا مٹا سکتا نہیں

یہ کس کا ماتم ہے؟

عیاں جو دامنِ گل پر بہ شکلِ شبنم ہے
بنامِ جشنِ بہاراں یہ کس کا ماتم ہے

میں زندگی کو بھی لینے نہیں گیا تھا کہیں
قضا بھی خود سے چلی آئے خیر مقدم ہے

مری خوشی بھی تو میری نہیں تمہاری ہے
تمہارا غم بھی تمہارا نہیں مرا غم ہے

سما گئی ہیں دو عالم کی وسعتیں دل میں
جنوں گواہ! محبت خود ایک عالم ہے

میں زندگی کی گرہ گیریوں سے واقف ہوں
مری نظر میں تری زلف کا ہر اک خم ہے

نفس نفس میں کبھی زندگی غزل خواں تھی
ہر ایک گام پہ اب زندگی کا ماتم ہے

وہ ان کے عارض و لب ہیں یہ میری چشمِ پُر آب
اُدھر جو غنچہ و گل ہیں اِدھر بھی شبنم ہے

ذرا چراغِ محبت کی لَو کچھ اور بڑھاؤ
خرد کی تیرہ شبی میں یہ روشنی کم ہے

سُنا ہے منصبِ منصور اب بھی خالی ہے
بہ اوجِ دار چلا آئے جس میں دم خم ہے

فردوسِ نظر معلوم ہوتی ہے

شرابِ زندگی جب تلخ تر معلوم ہوتی ہے
تو دنیا اور فردوسِ نظر معلوم ہوتی ہے

ہمیں منزل جو اتنی مختصر معلوم ہوتی ہے
کوئی یادِ حسیں بھی ہمسفر معلوم ہوتی ہے

ابھی تک عندلیبِ زار نے آنسو نہیں پونچھے
ابھی اس فصلِ گُل میں کچھ کسر معلوم ہوتی ہے

خرد کی فتنہ سامانی نے یہ جادو جگائے ہیں
کہ دل کی بات سب کو دردِ سر معلوم ہوتی ہے

بہاریں کوچ کر جانے کو ہیں شاید گلستاں سے
کہ ہر شاخِ نشیمن نوحہ گر معلوم ہوتی ہے

ہم اُن سے التجائے جلوہ آرائی نہیں کرتے
ہمیں یہ بات "توہینِ نظر" معلوم ہوتی ہے

سُنا ہے چل بسا منصور اس دنیائے فانی سے
مگر ہم کو تو یہ جھوٹی خبر معلوم ہوتی ہے

تم کیا بدل گئے مری دنیا بدل گئی

تم کیا بدل گئے مری دنیا بدل گئی
گویا حیات موت کے سانچے میں ڈھل گئی

اب تک خزاں کے سر پہ جو تہمت تھی ٹل گئی
لو آج فصلِ گُل بھی وہی چال چل گئی

دنیائے دل میں تہلکہ کیسا مچا دیا
اس ایک بوند نے جو مژہ پر مچل گئی

جامِ شراب دیکھ کے کیا جانے کیا ہوا
توبہ کی بات ذہن سے میرے نکل گئی

منصورؔ جب کسی نے بھی اعلانِ حق کیا
دار و رسن کے خوف سے دنیا دہل گئی

ہندی نظم

یُگ منتھن

من کا مان سروور پھر بھی ریتا ہے

ہر بادل جب اُمڈا گرجا برسا ہے
دھرتی نے کچھ اپنی پیاس بجھائی تو ہوگی

ہر ساون جب اُپون[۱]، اُپون گھوما ہے
پھولوں نے کچھ گندھ[۲] سُبھاس[۳] سائی تو ہوگی

ہر موسم کچھ میلے لے کر آتا ہے
تن سے من کی دوری تنک[۴] مٹائی تو ہوگی

ہر بادل نے کچھ امرت برسایا ہے
ہر ساون نے کچھ سو[۵] رس برسایا ہے
ہر موسم منہاریں کرتا بیتا ہے
من کا مان سرو[۶] ور پھر بھی ریتا ہے

---

(۱) باغ (۲) خوشبو (۳) خوشبو (۴) مہکائی (۵) کچھ (۶) خوشبو (۶) ماخذ گنگا وجمنا

ہر[1] یگ شیل[2] ستّے کی رکشا کرتا ہے

ہر یگ کی اپنی لکشمن ریکھائیں[3] ہوتی ہیں

ہر یگ کا راون ابھمانی[4] مرتا ہے

ہر یگ کے رگھوکُل[5] کی مریادائیں[6] ہوتی ہیں

ہر یگ کے تُلسی کو ظلم اکھرتا ہے

ہر یگ کی کچھ کیرتی مان رچنائیں[7] ہوتی ہیں

یگ مانس[8] کو ظلم اکھرتا ہے پھر بھی

یگ وَیبھوٗ[9] کا دانو[10] مرتا ہے پھر بھی

"یگ منتھن[11] پر یہ نام "وِپنّا[12] سیتا ہے

من کا مان سرور پھر بھی ریتا ہے

---

(۱) زمانہ (۲) معصوم صداقت (۳) حصار عافیت (۴) مغرور (۵) خاندان

(۶) روایات (۷) مقبول ترین تخلیقات (۸) ضمیر عالم (۹) زمانہ کا جاہ و حشم

(۱۰) دیو (۱۱) تفحص تاریخ کا نتیجہ (۱۲) محتاج ۔

ایک رات نے سوانگ بھرا تھا دلہن کا
گھور تمر[1] پر آنکھوں کو دھوکا کاجل کا تھا
اکلاہٹ[2] آہوں کو سرگم[3] کہہ بیٹھی
بھان ہوا[4] سنگیت[5] کپٹ[6] جو کولاہل[7] کا تھا
پورو کلپنا،[8] دینا[9] کا سور[10] گیات[11] ہوا
وہ کمپن[12] جو اوشا[13] کی ودھوا پایل[14] کا تھا
پل پرتی پل[15] پر ورتت[16] ہے اس کا درشن[17]
یگ کے ارجن بہت[18] جٹل[19] ہے یہ جیون
انوبھو[20] کی ہر سانس سمے[21] کی گیتا ہے
من کا مان سرو ور پھر بھی ریتا ہے

---

(۱) گھٹاٹوپ اندھیرا (۲) بوکھلاہٹ (۳) راگ (۴) محسوس ہوا (۵) گانا۔
(۶) فریب (۷) شور وغل (۸) تصور قبل از وقت (۹) ستار (۱۰) سُر (۱۱) معلوم
(۱۲) ارتعاش (۱۳) شفقِ صبح (۱۴) بیوہ پایل (۱۵) لمحہ بہ لمحہ (۱۶) متبدل (۱۷) فلسفہ
(۱۸) جانباز وقت (۱۹) گنجلک (۲۰) تجربہ (۲۱) وقت۔

تری اک نظر تلاطم تری اک نظر کنارا

کوئی تھا تو وہ یقیناً غمِ ہجر ہی کا مارا
تمہیں مرتے دم بھی جس نے کئی مرتبہ پکارا

کوئی دن کی زندگی پر مجھے ناز ہے تو یہ ہے
مجھے آپ نے جلایا مجھے آپ ہی نے مارا

مری یہ نگاہ لے کر مجھے وہ نگاہ دیدے
جو بتانِ عصرِ نو میں ترا کر سکے نظارا

یہ مجال دشمنوں کی کہ وہ انگلیاں اٹھاتے
سرِ بزم تم نہ کرتے جو مری طرف اشارا

یہ ہزار ضبط اب تو مرا عشق ہو رہا ہے
کبھی "آہ" سے نمایاں کبھی "اُف" سے آشکارا

ترے در سے روٹھ کر اب مری زندگی چلی ہے
کہیں اور ڈھونڈھنے کو کوئی مستقل سہارا

کوئی اور بھی الم ہی جسے اب نہ سہہ سکوں میں
غمِ ہجرِ دوست ہی کو جہاں کر لیا گوارا

میں تجھے کبھی بھول جاؤں یہ نہ ہو سکے گا مجھ سے
تری یاد ہی تو ہے اب مرا آخری سہارا

ترا راز کون سمجھے ترا بھید کون جانے
تری اک نظر تلاطم تری اک نظر کنارا

مسلسل قطعات (امن کے نام) ۹۶

پانچ غزلیں

ساحل تو کیا؟ ۱۰۱

اتنا غبار ارے توبہ ۱۰۲

علاجِ دلِ مبتلا نہیں ۱۰۳

ارے او زمانے! ۱۰۴

ضرورت نہیں زمانے کو ۱۰۵

ہندی گیت میں نے تمہیں دیکھا ہے پایا ہے کن کن میں ۱۰۶

پانچ غزلیں

ہر پردہ اٹھانا چاہتا ہوں ۱۰۸

بدل دو فضا زمانے کی ۱۱۱

دشمنی اچھی نہیں ۱۱۲

انسان کہلاتا ہوں میں! ۱۱۳

تمہیں ہونا؟ ۱۱۴

ہندی بلینک ورس درد کچھ ایسا ہے جیسے..... ۱۱۵

پانچ غزلیں

منصور کی باتیں ۱۲۱

بہت قریب ہے جنّت شراب خانے سے ۱۲۲

قضا کا سامنا ہے ۱۲۳

ہر کلی چاک جگر ہوتی ہے ۱۲۴

دیکھو تمہیں پہچان لیا نا؟ ۱۲۵

ہندی گیت پگ پگ پریں نے منزل کی مانگ سنواری ہے ۱۲۶

ہزاروں جانیں فدا ہو چکی ہیں اے منصور

نہ جانے دار میں کیا شانِ دلربائی ہے

بے غم رہو طوفان بھی ٹل جائے گا
تم گیت سُنو دل بھی بہل جائے گا
ڈرنا ہے تو اُس دن سے ڈرو اے لوگو
جب گیت بغاوت میں بدل جائے گا

آخرش تم سے پیار کرتے ہیں

لو فضا مُشکبار کرتے ہیں
ذکرِ گیسوئے یار کرتے ہیں

تم ستارے گنو فلک پر۔ ہم
زخمِ دل کے شمار کرتے ہیں

تیری شانِ شہود کے قرباں
لوگ مجھ سے بھی پیار کرتے ہیں

تم بڑھاؤ شعور کی پینگیں
ہم جنوں اختیار کرتے ہیں

پیار پر ناز کیوں نہ ہو اپنے
آخرش تم سے پیار کرتے ہیں

اپنی تکمیل چاہتے ہیں ہم
اس لیے تم سے پیار کرتے ہیں

جانے کس انتظار میں منصور
لمحہ لمحہ شمار کرتے ہیں

مجھ کو آتے ہیں وہ گزرے ہوئے دن یاد اب تک

میں نے کیا کیا نہ سہی ہے تری بیداد اب تک
پھر بھی نالہ ہے نہ شکوہ ہے نہ فریاد اب تک

آشیاں تو نے ہزاروں کے جلا ڈالے ہیں
پھر بھی ٹھنڈا نہ ہوا دل ترا صیاد اب تک

جو تری زلف کے سائے میں گزارے تھے کبھی
مجھ کو آتے ہیں وہ گزرے ہوئے دن یاد اب تک

جو نہ ہوتا مجھے آئینِ محبت کا خیال
کون سہتا یہ ستم، اے ستم ایجاد اب تک

کیسے سمجھے کوئی مُرغانِ چمن کو آزاد
دام پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے صیّاد اب تک

تم نے تو میری وفاؤں کی کبھی داد نہ دی
میں جفاؤں پہ بھی دیتا ہوں تمہیں داد اب تک

شدّتِ درد میں یا غم کی فراوانی میں
ہم نے منصور کو دیکھا نہیں ناشاد اب تک

پاؤں میں زنجیر ہے

یہ خلوصِ جذبۂ دل کی مرے تاثیر ہے
میں سمجھتا ہوں کہ ہر انساں مری تصویر ہے

عزمِ راسخ جذبۂ ایثار و اطمینانِ قلب
ہاں مرے ماضی کی یہ دھندلی سی اک تصویر ہے

عاشقانِ سخت جاں جذبات کی رو میں اگر
زہر بھی کھا جائیں تو اُن کے لیے اکسیر ہے

تھا جہاں دانہ وہیں صیاد کا دستِ دراز
اس گرفتاری میں میری کون سی تقصیر ہے

جشنِ آزادی منا لینے سے کیا حاصل کہ جب
آج بھی انسانیت کے پاؤں میں زنجیر ہے

مے بھی ہے ٹھنڈی ہوا بھی جام بھی منصور بھی
دورِ ساغر میں نہ جانے اور کیا تاخیر ہے

ان کی یاد آئی ہے

سوادِ ذہن میں جب اُن کی یاد آئی ہے
سحر کا نُور، چمن کا نکھار لائی ہے
کلی کلی پہ جو افسردگی سی چھائی ہے
تو کیا بہارِ خزاں کو بھی ساتھ لائی ہے
خلوصِ عشق پہ جب کوئی بات آئی ہے
حریمِ حُسن کی بنیاد ڈگمگائی ہے
کچھ ایسے وقت بھی ہم پر جنوں میں گزرے ہیں
جب اپنے آپ کی ہم نے ہنسی اُڑائی ہے
ہزاروں جانیں فدا ہو چکی ہیں اے منصور
نہ جانے دار میں کیا شانِ دلربائی ہے

سونیٹ

دعوت

تجھ کو تقدیسِ محبت کی قسم ہے اے دوست
میرے حالات مری تلخیٔ ایّام کو دیکھ
بختِ خفتہ پہ نظر کر مرے انجام کو دیکھ
تجھ کو کردار کی عظمت کی قسم ہے اے دوست

اپنے خوابوں کی ذرا غور سے تعبیر تو دیکھ
اپنے ماحول سے کیوں تو نے بغاوت کی ہے
تو مرے پاؤں میں افلاس کی زنجیر تو دیکھ
اہلِ زر نے کبھی مفلس سے محبّت کی ہے

اور اگر پھر بھی محبت کو نبھانا ہے تجھے
مات دینی ہے رواجوں کے پرستاروں کو
آ مرے ساتھ مرا ہاتھ بٹانا ہے تجھے
توڑ دیں مل کے رسومات کی دیواروں کو

ہم زمانے کو بتا دیں کہ محبت کیا ہے؟
صدق کیا چیز ہے کردار کی عظمت کیا ہے؟

وہ جس نے حضرتِ منصور کو نہ دیکھا ہو

وہ دیکھ لے وہ سرِ دار لائے جاتے ہیں

شبنم کی طراوت مجھے پہچانتی ہے
غنچوں کی نزاکت مجھے پہچانتی ہے
قدرت نے دیا ہے دلِ شاعر مجھ کو
دنیائے لطافت مجھے پہچانتی ہے

انتساب

اپنے اُن نازک جذبات اور لطیف

احساسات کے نام جنھیں میں

سعیٔ پیہم کے باوجود الفاظ کا جامہ

پہنانے سے قاصر رہا۔

منصور

پردے اٹھائے جاتے ہیں

پھر آج ہوش و خرد آزمائے جاتے ہیں
حریم ناز کے پردے اٹھائے جاتے ہیں

ہزار ظلم و ستم ہم پہ ڈھائے جاتے ہیں
ہمارا ظرف! کہ ہم مُسکرائے جاتے ہیں

وہ، جن کے دم سے چمن میں بہار آئی تھی
اُنھیں کے آج نشیمن جلائے جاتے ہیں

وہ چار دن جو تری بزم میں گزارے تھے
مری حیات کے نقشے پہ چھائے جاتے ہیں

وہ، جس نے حضرتِ منصور کو نہ دیکھا ہو
وہ دیکھ لے وہ سرِ دار لائے جاتے ہیں

وہ آرہے ہیں

مچی ہوئی ہے چمن میں ہلچل وہ آرہے ہیں وہ آرہے ہیں
جھکی جھکی سی ہے چشمِ نرگس گلوں کے دل تھرتھرا رہے ہیں

جو خارزاروں میں تھے گزارے وہ دن ہمیں یاد آرہے ہیں
اسی لیے اب چمن میں رہ کر گلوں سے دامن بچا رہے ہیں

ہم آج کل جذبۂ رقابت سے اپنا دامن بچا رہے ہیں
اسی کو اپنا سمجھ رہے ہیں جسے وہ اپنا بتا رہے ہیں

جہاں نہ نفرت پنپ سکے گی جہاں محبت کا راج ہوگا
جہانِ فکر و نظر میں اب ہم اک ایسی بستی بسا رہے ہیں

غضب ہے کل تک سمجھ رہے تھے جو آنکھ کا مجھ کو اپنی تارہ
نہ جانے کیوں آج وہ بھی مجھ کو نظر سے اپنی گرا رہے ہیں

تو مجھ سے پوچھو تو میں بتاؤں، وہ آج کل مہرباں کیوں ہیں
مری تباہی کے راستے میں نئے شگوفے کھلا رہے ہیں

وہ طفلِ مکتب جنھیں کہ کل تک تمیز تیر و ہدف نہیں تھی
غضب تو دیکھو وہ آج منصور کو نشانہ بنا رہے ہیں

آنسو بہانے سے

بتا ساقی کہاں جائیں نکل کر بادہ خانے سے
کہ تنگ آکر یہاں آئے تھے ہم سارے زمانے سے

یہ دنیا ہے یہاں شبنم کے آنسو کس نے دیکھے ہیں
یہاں تو دل بہلتے ہیں گلوں کے مُسکرانے سے

محبت ہو نہ ہو، اتنا مگر میں بھی سمجھتا ہوں
تمہیں تکلیف ہوتی ہے مرے آنسو بہانے سے

نہ خوفِ برقِ سوزاں تھا نہ تھا صیاد کا خطرہ
جو سچ پوچھو قفس بہتر تھا ایسے آشیانے سے

کوئی منصور جیسا آدمی دنیا میں کیا ہوگا
کہ سولی پہ بھی باز آیا نہیں جو مسکرانے سے

نہ فصلِ گُل ہے نہ ہے موسمِ بہار ابھی

نہ فصلِ گُل ہے نہ ہے موسمِ بہار ابھی
روش روش ہے گلستاں کی سوگوار ابھی

تمہیں تو دامنِ صد چاک پر تعجب ہے
مجھے تو کرنا ہے دامن کو تار تار ابھی

ابھی تو اور بہت انقلاب آئیں گے
کہاں ہوئی ہے زمیں خوں سے لالہ زار ابھی

وہ مجھ کو صبر کی تلقین کرنے آئے ہیں
کہ اپنے دل پہ نہیں جن کو اختیار ابھی

جنوں کا ساتھ نہ چھوڑو ابھی سے دیوانو
شباب پر ہیں ستم ہائے نو بہار ابھی

منا رہے ہیں عنادل رسومِ آزادی
مگر چمن میں ہے گلچیں کا اقتدار ابھی

وہ رہ نوردِ رہِ شوق ہوں میں اے منصورؔ
نہیں ملا ہے جسے نقشِ پائے یار ابھی

بڑھ گئے سائے گھٹ گئے انساں

ہائے رے ظالم گردشِ دوراں
بڑھ گئے سائے گھٹ گئے انساں

زہد و ریاضت شیخ کا شیوہ
عشق و محبت میرا ایماں

وہ چھائیں بدمست گھٹائیں
وہ مچلے اک رند کے ارماں

پیار نبھانا، پیار جتانا
کتنا مشکل، کتنا آساں

ھندی گیت

میں نے بھولے پن کے ہاتھوں پیار کا راہی ہو کر

میں نے بھولے پن کے ہاتھوں پیار کا راہی ہو کر
کھائی ہے نرموہی[1] جگ میں قدم قدم پر ٹھوکر
سپنوں میں پھولوں کی سیجیں ہوں گی بہت سجائی
لیکن جیون رات کٹی ہے کانٹوں ہی پر سو کر
کیسے کیسے ارمانوں کو کچل دیا جاتا ہے
کیسی کیسی آشائیں رہ جاتی ہیں رو دھو کر
کتنی پیاسیں مادک منہاروں[2] کی آس لگائے
بھٹک گئیں انترسروتھل[3] میں پتھ کا پریچے[4] کھو کر
آخر مجھ پہ دنیا والے کب تک اور ہنسیں گے
آخر کب تک جینا ہوگا اور مجھے رو رو کر

---

(۱) بے مہر (۲) تحسین حوصلہ افزا (۳) ریگ زار دل (۴) تعارف راہ۔

منصور تیرے نام کی عزّت بنی رہے

اعلانِ حق پہ آج بھی تعزیرِ دار ہے

آغوشِ تلاطم میں پلے ہیں ہم لوگ
صدمات کے سانچے میں ڈھلے ہیں ہم لوگ
اب عیش کے بندوں سے کہو ہوش میں آئیں
ماحول بدلنے کو چلے ہیں ہم لوگ

جو ہوش میں نہیں ہے وہی ہوشیار ہے

اہلِ جنوں یہ دورِ شبابِ بہار ہے
جو ہوش میں نہیں ہے وہی ہوشیار ہے

یہ کیا ادائے رقصِ نسیمِ بہار ہے
نالاں ہے عندلیب چمن سوگوار ہے

اس زندگی سے کیسی وفا کس کو پیار ہے
جو صرف اک تبسّمِ برق و شرار ہے

یہ کون اڑا رہا ہے غمِ عشق کا مذاق
یہ کون آج دوشِ ہوا پر سوار ہے

مجھ کو شرابِ ناب سے کیا واسطہ مگر
اک پاسداریٔ لبِ لعلینِ یار ہے

ہے ذرہ ذرہ کثرتِ جلوہ لیے ہوئے
کیا اے نگاہِ شوق یہی کوئے یار ہے

منصورؔ تیرے نام کی عزّت بنی رہے
اعلانِ حق پہ آج بھی تعزیرِ دار ہے

بدل گیا زمانہ

نہ وہ گُل نہ وہ عنادل نہ وہ شاخِ آشیانہ
میں بدل گیا اچانک کہ بدل گیا زمانہ

تری چشمِ شعلہ ساماں کی کوئی خطا نہیں ہے
مری آہ سے جلی ہے مری شاخِ آشیانہ

میں کسی ستم زدہ کی وہ صدائے زیرِ لب ہوں
جسے حشر تک بھی شاید نہ سمجھ سکے زمانہ

مری زندگی کا حاصل تری ایک مسکراہٹ
تری ایک مسکراہٹ مری موت کا بہانہ

کبھی جوششِ طرب میں بھی نکل پڑے ہیں آنسو
کبھی انتہائے غم بھی ہے خوشی کا اک بہانہ

یہ نوازشاتِ بیجا کی ستم ظریفیاں ہیں
کہ مری غزل کا عنواں ہے نوائے عاجزانہ

تعارف

ادیب الملک حضرتِ سالک عزیزی مدظلہ

دنیائے معرفت وحقیقت میں "منصورؒ" اور "اناالحق" دونوں امر ہو کر رہ گئے ہیں اور اُن ظاہر پرستوں کی بصیرتی کم مائیگی کا پردہ فاش ہو چکا ہے جنھوں نے بزعمِ خود منصور کو دار پر چڑھا کر فنا کر دیا تھا ـــ لیکن ؎

دار نے منصور کو مار اکہ زندہ کر دیا؟ ساری دنیا جانتی ہے آج اس کے نام کو

مادیت وروحانیت اور عقل وعشق کا یہ تصادم ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ ہر زمانے میں ظاہر پرست دیوِ استبداد بھی جنم لیتے رہے ہیں اور حقیقت نواز منصور بھی انکی سرکوبی کو آتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج بھی ایک منصور دنیائے عقل وخرد کو "دار کی دعوت" دینے اور اعلانِ حق کرنے اٹھا ہے۔

نازشِ فن جناب احمد علی خاں صاحب منصور ہندوستان کی مایۂ ناز سرفروش وجانباز قوم قایم خانی کے ایک معزز فرد ہیں اور اگر وہ زبان غالب میں آج یوں فخر فرمائیں تو بجا و درست کہ ؎

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعۂ عزّت نہیں مجھے

راجستھان کا یہ مایۂ ناز فن کار ۲۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو شہر جودھ پور میں پیدا ہوا۔ نو سال کی عُمر سے اپنا بار کفالت اپنے کندھوں پر اٹھانا پڑا۔ بچپن کا وہ عہد معصوم جس کی حسین یاد انسان کو مرتے دم تک فراموش نہیں ہوتی اس عظیم فن کار کے لیے حوصلہ شکن مصائب وآلام کا دور رہا ہے۔ کون سی کڑی ہے جو اس نازشِ فن نے نہیں اٹھائی۔ محض اپنے بل بوتے پر ۱۹۶۳ء میں میٹرک اور ۱۹۶۵ء میں ادیب ماہر پاس کیا لیکن اس عظیم فن کار کی وسیع ترین علمی استعداد ان نمائشی حدود سے کہیں بالا ہے۔ اس کشتۂ آلام حیات نے جو کچھ پایا وہ اپنی ہمت مردانہ سے اور اپنے

صحرائے جنوں کی شام نہیں

حالانکہ ترے میخانے میں ہم کوئی تشنہ کام نہیں
اس پر بھی تو اے ساقی ہم کو منظورِ شکستِ جام نہیں

اے قلبِ حزیں مایوس نہ ہو آشفتہ سری سے کام نہ لے
یہ صبحِ بہارِ گلشن ہے صحرائے جنوں کی شام نہیں

دنیا سے کنارا کر لینا میرے لیے آساں تھا لیکن
تم کو بھی بھلا دوں اب دل سے یہ تو مرے بس کا کام نہیں

جذبات میں آ کر دیوانے کرنے کو تو توبہ کر بیٹھے
یہ مے کے سہارے جیتے تھے اب مے جو نہیں آرام نہیں

آنے کو بہاریں آئی ہیں گلشن میں مگر کچھ ایسی ہیں
جیسے کہ کسی کی مملوکہ چیزیں، جو برائے عام نہیں

آغازِ محبت کیا کہنا جنّت کے تصوّر سے بھی حسیں
انجام جو اس کا دیکھو تو دوزخ بھی بُرا انجام نہیں

کہنے کو تو کہہ لیں آزادی مرغانِ چمن اس کو لیکن
اتنا تو بتا دیں گلشن میں صیّاد نہیں یا دام نہیں

للّٰلہ سفینے کو میرے رہنے دو طلاطم ہی میں پھنسا
پروردۂ موجِ طوفاں ہوں ساحل سے مجھے کچھ کام نہیں

منصورؔ تخیّل کی تیرے کیا داد ملے گی محفل میں
تو عشق کی باتیں کرتا ہے اور عشق مذاقِ عام نہیں

اُول جلول

دل! نہ دے غم کی داستاں کو طول
اس کا سُننا کرے گا کون قبول

کون ہوتا متاعِ غم کا شریک
کس کو منظور تھی یہ سعئ فضول

کوئی کھاتا ہے جان کر بھی فریب
ہم نے جھونکی تھی اپنی آنکھ میں دُھول

یاد کچھ ایسے واقعات ہیں دوست
بھول جانا بھی ہے جنھیں اک بھول

قیس و فرہاد، وامق و مہیوال
واہ رے عشق تیری شانِ نزول

لوگ کانٹوں سے کیوں گریزاں ہیں
ان کی ہی گود میں پلے ہیں پھول

دار کی بات یاد کر منصوؔر
کیا بکے جا رہا ہے اُول جلول

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

وہ ارماں نہیں رہے

اب غم نہیں کہ جیب و گریباں نہیں رہے
محرومِ التفاتِ بہاراں نہیں رہے

بہتر ہوا کہ عمر بیاباں میں کٹ گئی
اچھے رہے رہینِ گلستاں نہیں رہے

اے طالبانِ دید ذرا اور سوچ لو
پھر یہ نہ ہو کہ آہ وہ ارماں نہیں رہے

یہ انقلاب کب تھا کہ اس انقلاب میں
وہ مطمئن رہے جو پریشاں نہیں رہے

تنظیمِ اشک پیکرِ محسوس بن گئی
اب میرے خواب، خوابِ پریشاں نہیں رہے

(امن کے نام)

مسلسل قطعات

حیلہ سازی ہے دغا بازی ہے مکّاری ہے
آخر اس دور میں احساسِ وفا ہے کہ نہیں
کوئی ہمسائے کی یوں پیٹھ تکا کرتا ہے
آج انسان کے چہرے پہ حیا ہے کہ نہیں

ایشیا والے تو تعمیر کے دلدادہ تھے
آج کیوں ان میں یہ تخریب کی بُو آئی ہے
کس کے ناپاک ارادوں کا پڑا ہے سایہ
ان میں یہ کون سی تہذیب کی بُو آئی ہے

یوں نکلتا ہے شرافت کا جنازہ اے دوست
دیکھ انسان کا انسان لہو پیتا ہے
آدمیّت پہ درندے بھی ہنسیں تو واجب
آدمی کیا یوں ہی مرتا ہے یوں ہی جیتا ہے

جس کو دیکھو وہی خونخوار نظر آتا ہے
کاش کوئی تو ہو انسان، مگر کوئی نہیں
ایٹمی طاقتیں ہیں جنگ کی تیاری ہے
امنِ عالم کا نگہبان، مگر کوئی نہیں

بربریت ہے تشدّد ہے دلآزاری ہے
مٹ گیا دہر سے اخلاص و محبت کا نشاں
فرقہ بندی ہے تعصب ہے ریاکاری ہے
آج انسان پہ ہوتا ہے درندے کا گماں

آج توپوں کے دہانے پہ ہے انساں کا وجود
اُف یہ بارود کی بدبو یہ بھڑکتی ہوئی آگ
کتنی ماؤں کی نہ ہو جائیں گی گودیں خالی
کتنی بہنوں کا نہ لٹ جائے گا انمول سہاگ

خوفِ ایام کہ ایٹم کے دھماکوں کے طفیل
بستیاں کوہ و بیاباں میں بدل جائیں گی
زندگی بخش ہوائیں جو ہمیں حاصل ہیں
زہر برسائیں گی طوفاں میں بدل جائیں گی

نہ کر سکا کوئی دار و رسن کی غمخواری

نہ سُن سکا کوئی منصور کے فسانے کو

ان چاند ستاروں کو بدل ڈالیں گے
فطرت کے نظاروں کو بدل ڈالیں گے
قدرت نے اگر ساتھ دیا اے منصورؔ
ہم وقت کے دھاروں کو بدل ڈالیں گے

ساحل تو کیا

مشکلیں خود بڑھ کے آساں کر بھی دیں مشکل تو کیا
بحرِ غم کا یوں اگر ملتا بھی ہے ساحل تو کیا

چل اُفق کے پار لے چل اضطرابِ دل مجھے
گر نہیں ملتا ہے دُنیا میں سکونِ دل تو کیا

زندگی پہلے بھی تھی ہنگامہ زارِ ناؤ نوش
مل گئی تو کیا نہ ملتی بھی تری محفل تو کیا

شوق بے پایاں کو بہکانا بہت دشوار تھا
چھیڑ بھی دیتے وہ ذکرِ دوریٔ منزل تو کیا

اہلِ دل تسلیم کرتے ہیں شکستِ دل کی بات
عقل تک پہنچی نہ آوازِ شکستِ دل تو کیا

اے خدا انسانیت کا درد بھی دیتا اسے
آدمی پر کر دیے فرمان ہی نازل تو کیا

اے خرد اے فتنہ ساماں ہیں خدا ہر گز نہیں
کہہ دیا اک دن بطورِ احترامِ دل تو کیا

ہم تو طوفانوں سے ٹکرانے کے عادی ہو گئے
اے غمِ دوراں نہیں ملتا ترا ساحل تو کیا

دیکھ تو منصورؔ، لائی ہے قضا جامِ حیات
تھا اگر لفظِ انا الحق دار کا حامل تو کیا